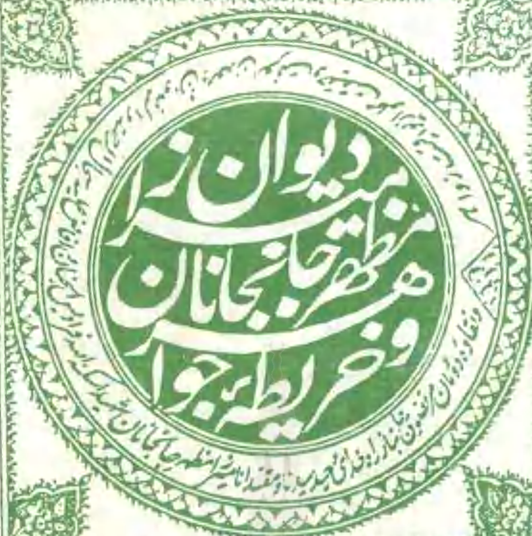
ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ

بفضل خلاق دو جہاں از تصنیف شریف و تالیف منیف خلاصۂ خاندان مصطفوی



المصطفیٰ اکادمی لطیف آباد حیدرآباد





وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ

بفضل خالق دو جہان از تصنیف شریف و تالیف منیف خلاصۂ خاندان مصطفوی



۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء

المصطفیٰ اکاڈمی الف آباد حیدرآباد

فہرست

صفحہ

سنہ ۱۹۸۸ء

ناشر

المصطفیٰ اکاڈمی، لطیف آباد ۸، حیدر آباد

عرضِ حال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کا فارسی دیوان مع خریطۂ جواہر پہلی بار[1] ۱۲۷۱ھ میں مطبع مصطفائی کانپور سے شائع ہوا تھا اور عرصے سے نایاب تھا۔ راقم الحروف کو اس مطبوعہ دیوان کا ایک نسخہ مولانا حشمت علی خاں مرحوم (محلہ تھانہ پاکھر۔ رام پور) نے عنایت فرمایا تھا۔ بارہا ارادہ کیا کہ اسے شائع کیا جائے۔ بارے اب موقع نصیب ہوا ہے اور اسے مِنْ وعَنْ (فوٹو لے کر) شائع کیا جا رہا ہے، کیونکہ ایسی کتابت موجودہ دَور میں بہت مشکل ہے۔

عبدالرزاق قریشی مرحوم نے "مرزا مظہر جانِ جاناںؒ اور ان کا اردو کلام" (مطبوعہ بمبئی ۱۹۶۱ء) میں حضرت مظہرؒ کے اردو اشعار مختلف تذکروں میں سے جمع کر کے شائع کیے تھے۔ وہ بھی یہاں شامل کیے جا رہے ہیں اور آخر میں خریطۂ جواہر کو بھی شامل کیا جا رہا ہے جو حضرت مظہرؒ کے انتخاب کردہ فارسی اشعار کا مشہور مجموعہ ہے۔ اس مجموعے میں حضرتؒ نے قریب پانچ سَو معروف اور غیر معروف شعراء کے ایسے اشعار کو شامل کیا ہے جو وہی کر سکتے تھے۔ اس انتخاب سے اُن کے بلند مذاق و مزاج کا اندازہ ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُس دَور میں اُنہی کو عطا فرمایا تھا اور حقیقت ہے کہ اس انتخاب کا جواب نہیں۔

[1] یہ دیوان بعد میں بھی کئی مرتبہ شائع ہوا اور خریطۂ جواہر اس دیوان کے ساتھ اور علیحدہ بھی شائع ہوا۔

دیوانِ مظہر کا مخطوطہ (پ ۹۹/ ۹۹ - وف ۳/۲۲۹) جو انجمن ترقی اردو سے منتقل ہو کر قومی عجائب گھر کراچی میں محفوظ ہے وہ اس طرح شروع ہوتا ہے :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین - امابعد آنکہ فقیر جانِ جاناں[1] متخلص بہ مظہر پسر جان جانی تخلص، علوی نسب بخاری وطن، حنفی مذہب، نقشبندی مشرب، نشو و نما در خاکِ ہندوستان یافتہ، در اطرافِ عمر بیست سالگی، گدائی در فقر اختیار کردہ، امروز کہ ہزار و صد و پنجاہ ہجری است، عمر ضائعش نزدیک بچہل رسیدہ - چوں از فرطِ ضعفِ دماغ، تابِ تدبیر اسباب نمی آرد بتجرّد خانہ، بدرویشیہا بسر می برد - ہر چند

---

[1] حضرت مظہر نے یہاں، اور بعد والے (ساٹھ سال کی عمر والے) دیوان کے شروع میں اپنا نام جانِ جاناں ہی لکھا ہے ریاست دیرہ اوچ) میں جو مکتوبات آپ کے دستِ مبارک کے لکھے ہوئے موجود ہیں ان میں بھی "جانِ جاناں" ہے - دیکھیں وہ مجموعہ "لوائحِ خالقاہِ مظہریہ" (حیدر آباد سنہ ۱۹۷۵ء، صفحہ ۳۶ کے مقابل کا عکس) میر تقی میر نے نکات الشعراء میں صحیح لکھا ہے کہ "پدرِ او مرزا جان نام داشت - از فرطِ شفقت مرزا جانِ جان می گفت"۔ لیکن بعد میں حضرت رح خود ہی جانِ جاناں لکھنے لگے تھے۔

بھگوان داس ہندی نے سنہ ۱۲۱۹ھ میں تذکرہ سفینۂ ہندی لکھا تھا - پروفیسر عطاء الرحمٰن کاکوی نے پٹنہ سے سنہ ۱۹۵۸ء میں شائع کیا ہے - اس کے صفحہ ۱۸۷ میں حضرت مظہر کے متعلق اس طرح ہے :- "والدش میرزا جان نام داشت نظر بر آں پسر را جانِ جان نام نہادہ بود - بجانِ جاناں شہرت یافت - میرزا غلام علی مظہر بر تخلص مباحثہ کرد کہ من پیرم و ایں تخلص از ابتدا اختیار کردہ ام - شما نوجوان اید، تخلصِ من بگذارید - میرزا جواب گفت، این تخلص مرا مولوی معنوی عطا کردہ، آخر قرار یافت کہ در مثنوی مولوی معنوی فال ببینید و ہر چہ برآید بر آں عمل کردہ اید - چنانچہ میرزا غلام علی، مثنوی را بطور فال بکشاد - ایں بیت برآمد :-

جانِ اوّل مظہرِ درگاہ شد   جانِ جان خود مظہرِ اللہ شد

آخر ہر دو صاحب تخلص بحال داشتند - اسی تذکرہ میں حضرت مظہر کے بعض شاگردوں کے نام آتے ہیں : حمید بیگ اظہر (صفحہ ۱۹) - محمد فقیہ دردمند (صفحہ ۷۰) - سنگم لعل عزت (صفحہ ۱۳۸) - شیخ غلام علی منشی (صفحہ ۲۱۳) -

عمرے دریں فنِ شعر صرف کردہ است امّا بہ یقین دانستہ آدمی را کہ اشرفِ انواعِ مخلوقات است از برائے کارہا شریف تر از نظم و نثر آفریدہ اند کہ ایں کمال سرمایۂ افتخارِ بلند ہمتاں، گرد و در بعضے اوقات کہ از خدمتِ مدرسہ و خانقاہ فرصتش بہم رسد بتحریکِ شورے کہ نمکِ خمیر اوست بے بفریاد وامی کند۔ چوں نالہ اش اکثر موزوں واقع می شود و عزیزان از راہِ جوہر شناسی و قدر دانی بمیزان [ادب] اشعارش می سنجیدند۔ وگرنہ او نوحہ گرِ دلِ مردۂ خود است، از بس نظرِ بزرگاں یافتہ حسنِ قبولی بہم رسیدہ است۔ او سبحانہ تعالیٰ، حسنِ خاتمہ ہم نصیبش کناد۔ چوں آدمی نسبت بدیگران، بحقیقتِ حال، عالم تر است بجملے از احوالِ سراپا وبال، بر عنوانِ دیوانِ خود تحریر نمود۔ الٰہی بخیر باد بکرب العباد۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدا در انتظارِ حمدِ ما نیست	محمدؐ چشم بر راہِ ثنا نیست
خدا مدح آفرینِ مصطفیٰؐ بس	محمدؐ حامدِ حمدِ خدا بس
مناجاتے اگر باید بیاں کرد	بہ بیتے ہم قناعت می تواں کرد
محمدؐ از تو می خواہم خدا را	الٰہی از تو عشقِ مصطفیٰؐ را
دگر لب وا مکن مظہر فضولیست	طلب از حاجت افزوں تر فضولیست
ز تحریرم غرض عرضِ ہنر نیست	دما غم را ازیں بوہا خبر نیست

اس مخطوطے کے ابتدائی ۲ دو صفحے یہاں ختم ہو جاتے ہیں۔ اس مخطوطے کے مقدمے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دیوان پہلی بار سنہ ۱۱۵۰ھ میں (چالیس سال کی عمر میں) مرتب ہوا تھا۔

مطبع مصطفائی کانپور کے شائع کردہ دیوانِ مظہر (سنہ ۱۲۷۱ھ) کے شروع میں حضرت مظہرؒ کا مقدمہ اور ناشر محمد عبدالرحمٰن بن حاجی روشن کا دیباچہ اس طرح ہے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد اعتراف عجز و تقصیر از تحریر و تقریر حمد و ثنائے رب قدیر و نعت حضرت بشیر و نذیر علیہ و آلہ و اصحابہ آلاف الصلوات و التحیات من العلیم الخبیر غریق بحر عصیان محمد عبد الرحمن بن حاجی محمد روشن خاں بخدمات ارباب صدق و صفا و حضرات اصحاب خلوص و صطفا گزارش میدہد کہ آشفتہ رضاجوئی اہل اتحاد و دالہ ضیافت طبع صاحبان فہم و رشاد را قاطبۃً بصمیم قلب داعیہ آن می باشد کہ خدمتی پسندیدہ آرد و ہدیہ جدید در حضور حضرا برزمین گزارد و بواسطہ آن مایہ مباہات و ذخیرہ مثوبات اندوزد و دردے و نیاز بگلگونہ نازش و فخار برافروزد و دریں قرب زمان کہ قائد تقدیر و سائق مشیت ایزد سمیع و بصیر آن ذرہ حقیر را بہ بلدہ دھلی کشید و در آن

خیر البقاع بخدمت ارباب فضل و کمال و زیارات اہل قال و حال نیز رسیدم و خانقاہ

مظہریہ را بدیدۂ ارادت دیدم و شرف ملازمت جناب مولٰنا بالفضل اولٰنا شاہ

احمد سعید صاحب و شاہ مولوی عبد الغنی صاحب لازالت شموسہم کاہتم

بازغۃً دریافت دراں مکان برکت تواماں بنعمای لطیفہ و نفائس منیفہ بنظر آمد

اگرچہ آں خوان کرم پُر از الوانِ نعم بود و من گرسنہ و آن حوض فیوض لبریز از ماءِ

معین بود و من تشنہ فاما زمانِ مکث قصیر بود و مشیت تقدیر بر خلاف تدبیر

آخر الامر بحکم ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ بمساعی کثیرہ دیوانِ غزلِ جناب

واقف اسرار ملکوتی کاشف استار جبروتی عارفِ کامل محقق واصل مظہر حقائق لاریبی

مصدر دقائق غیبی حضرت شمس الدین حبیب اللہ مظہر الحنفی مذہبا النقشبندی

مجددی مشربا المعروف بمیرزا مظہر جانجاناں اسکنہ اللہ فی فرادیس

الجنان مع خریطہ جواہر کہ جناب شان در ایام شباب از دواوین اساتذہ

التقاط فرموده بودند و بکمالِ طوع و رغبت علی الدوام نصب العین میداشتند

و نسخهٔ مذکوره اکثرها بخدمت شاه غلام علی صاحب حنامی بود استعارةً بدست

آورده فوزِ عظیم پنداشت و رقم مراد بر لوحهٔ دل نگاشت چون اشاعت آن گوهر یکتا

برائے احتظاظ اربابِ مذاق بمضمون مصراع ع که حلوا به تنها نبایست خورد-

مرکوزِ خاطرِ فاتر گردید بعنایت الٰهی آن تمنا هم آغوشِ حصول گشت و دیوان حضور

٨ مع ضمیمهٔ آن باهتمام احقر حلیهٔ طبع پوشید اکنون چشم توقع و ترقب از ناظرین باانصاف

و مبصرین دقیق دور از اعتساف چنانست که هرگاه بمطالعهٔ این گلستانِ بیخزان و گنج شایگان

حظی و لطفی بردارند برائے خاتمهٔ بخیر این امیدوار مغفرت کردگار حسبةً لله دست دعا دراز

فرمایند که انّ الله یحبّ المحسنین ۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد حمد و صلوٰة فقیر جانجاناں متخلص بمظهر پسر جان جانی تخلص که

علوی نسب و هندی مولد و حنفی مذہب و نقشبندی مشرب احوال خود را بعرض

احباب میرساند که در سال شانزده از عمر بروی این خاکسار غبار یتیمی نشست و دست

مشت خاک خود را بدامان درویشان بست مدت سی سال بر در مدرسه و خانقاه جاروب

کشید و ایام گزیده عمر درین شغل شریف گذرانید بحول الله و قوته از طول مدت زندگی

دست طلب بلوث دنیا نیالود و پا بسعی درین راه نفرسود امروز که هزار و صد و هفتاد

هجری است و عمر بشصت رسیده از بیست سال بکنج عزلت آرمیده است و بامر حضرات

مشائخ رضوان الله علیهم اجمعین بتصحیح نسخه وجود بنوع مشغول است با آنکه فرد باطل

شخص او هنوز هزاران غلط دارد و در هنگام جوانی بتحریک شورعشقی که نمک خمیر سرشتش

بود نالهای موزون میکرد بپایان تقریب نام خود را بشاعری در افواه انداخت و الا همتی

سر جمع اجزای مسوده و مواد کلیات نداشت بلشیر سرمایه بخشش بباد رفت و در

باقی ارباب نقل و روایت تصرفهای نمایان کرده نسخهای غلط رواج دادند و گوردا سوان

۹

چشمیکه نداشتند از انصاف پوشیده نقصان عائد بشانِ قائل کردند و مغز سخن

نارسیده در پوستِ [ع] این ناتوان افتادند و دریں کم فرصتیها که اندیشهٔ مردن بیش از بیش

و تدبیرِ سفرِ غریبی در پیشست باختیارِ خود بجبرِ این نقصان پرداختن معلوم نوجوانی سراپا

جانی جمع و تصحیح این کلمات تکلیفم کرد و بعد تفحص از سفینهای بسیار از بیست هزار

بیت قریب یکهزار آن هم بی ترتیبِ ردیف و اکثرش غزلهای ناتمام بدست آمد و از

۱۰ نظر گذشت هرچه خارج ازیں جمعست طرح دانند مگر از وارداتِ تازه که بسیار کم

اتفاق می افتد یا از مسوداتِ کهن آنچه میسر می آید و از نظر میگذرد و درج نموده

میشود مسلمست و پیش ازیں بیست سال عزیزے مشتی از اشعار فقیر فراهم آورده

بعرضِ فقیر رسانیده تمنائی تحریرِ عنوانش کرده بود سطری چند از قلم ریخته حالا

آن را معتبر نشناسند که آن مطالب در ضمن این عبارات داخلست والسلام

علی من اتبع الهدیٰ

ع در پوست افتادن در عیب کسے غور نمودن و ظاهر کردن عیب کسے ۱۲ بهار عجم

اس مقدمے کے آخر میں آپ نے فرمایا ہے کہ آج سے بیس سال پہلے ایک عزیز نے میرے کچھ اشعار کا مجموعہ تیار کیا تھا اور اس کے شروع میں کچھ حالات مجھ سے لکھوائے تھے، لیکن اب یہ مجموعہ (۱۱۷۰ھ میں) دوبارہ تیار ہو رہا ہے، اس میں میرے بیس ہزار سے زائد اشعار میں سے قریب ایک ہزار اشعار ہیں۔

دیوان کے ناشر محمد عبدالرحمٰن کے دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ) کے پاس یہ دیوان محفوظ تھا اور اس کی اشاعت کے وقت (یعنی ۱۲۷۱ھ میں) حضرت شاہ احمد سعید علیہ الرحمہ (م ۱۲۷۷ھ) اور ان کے چھوٹے بھائی شاہ عبدالغنی علیہ الرحمہ (م ۱۲۹۶ھ) ابھی دہلی ہی میں تھے۔①

دیوانِ مظہر کے ایک② اور مخطوطہ (۹۸/۴۰ - ۳/۲۲۸ وہ - مملوکۂ انجمن ترقی اردو۔ مخزونہ قومی عجائب گھر۔ کراچی) کے مقدمے میں حضرت مظہرؒ نے یہ بھی بتایا ہے کہ حضرت محمد حنفیہؒ کے توسط سے (اور ۲۸ واسطوں سے) وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں۔ وہ مقدمہ اس طرح شروع ہوتا ہے:۔

---

① یہ دونوں بزرگ ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء کے غدر کے زمانے میں دہلی سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے۔ وہاں رباطِ مظہریہ انھی کی ہے۔

② قومی عجائب گھر کراچی میں ایک مخطوطہ N.M.1962/168-169 ہے۔ اس کے آخر میں حضرت مظہرؒ کی تاریخ وفات "مظہرِ کل" (۱۱۹۵ھ) درج ہے اور یہ کہ انھوں نے شہادت کے وقت یہ شعر کہا تھا:۔

بلوحِ تربتم ایں نقش باید ساخت تحریرش   کہ ایں مقتول را جز بےگناہی نیست تقصیرش

۱۲۷۱ھ کے مطبوعہ دیوان مع خریطۂ جواہر کے بالکل آخر میں حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کی کہی ہوئی یہ تاریخ درج ہے:۔ اُولٰئِکَ مَعَ الَّذِینَ اَنْعَمَ اللّٰہُ (۱۱۹۵ھ)۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد از حمد و صلوٰۃ فقیر جانِ جاناں متخلص بہ مظہر پسر میرزا جان جانی تخلص کہ علوی نسب، ہندی مولد، حنفی مذہب، نقشبندی مشرب است، نسب ایں خاکسار بہ بست و ہشت واسطہ بتوسط محمد حنفیہؒ، بہ شبیر بیشۂ کبریا علی مرتضیٰ علیہ التحیہ والسلام می رسد۔ احوال خود را بعرض احباب می رساند کہ در سال شانزدہ از عمر بر روے ایں خاکسارِ غبارِ یتیمی نشست و در بیست، مشتِ خاکِ خود را بدامنِ درویشاں بست .....

(۱) اس مقدمے میں بھی یہی بات ہے کہ وہ ان کی ۶۰ سالہ عمر میں سنہ ۱۱۷۰ھ میں مرتب ہو رہا ہے۔ حضرت مظہرؒ کے حالات مختصر تذکروں میں تفصیل سے موجود ہیں اس لئے یہاں نہیں لکھے گئے۔

احقر **غلام مصطفٰے خاں**

اعتذار اب چونکہ دیوان مظہرؒ اور خریطۂ جواہر دونوں کا عکس شائع کیا جا رہا ہے اس لئے ان دونوں کے اصل صفحات کو قائم رکھا گیا ہے۔ لہٰذا دیوان کے پہلے صفحے کا نمبر ۵ ہوگا لیکن تسلسل کے لحاظ سے ص ۱۳ ہوگا۔ اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔

---

(۱) سنہ ۱۱۷۰ھ میں حضرت مظہر نے اپنی عمر ۶۰ سال کی بتائی ہے۔ لچھمی نرائن شفیق نے چمنستانِ شعرا میں حضرتؒ کی ایک تحریر نقل کی ہے جس میں حضرتؒ کے اسلاف کا ذکر ہے اور شروع میں اس طرح ہے کہ "در عشرۂ اولیٰ مائۃ ثانیہ بعد الف ولادتش (در اکبرآباد) اتفاق افتاد۔" ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب نے (تاریخ ادب اردو۔ جلد دوم۔ حصہ اول صفحہ ۳۶۱۔ لاہور سنہ ۱۹۸۲ء) حضرت مظہرؒ کی اس تحریر کا حوالہ بھی دیا ہے کہ شبِ جمعہ ۱۱ رمضان المبارک سنہ ۱۱۱۰ھ کو پیدا ہوئے تھے۔ لیکن حضرتؒ نے ایک خط میں اپنا سال ولادت سنہ ۱۱۱۳ھ بھی لکھا ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کا خیال ہے کہ چونکہ سنہ ۱۱۱۳ھ میں ۱۱ رمضان المبارک جمعرات کو تھا جمعہ کو نہیں تھا، اس لئے سنہ ۱۱۱۰ھ ہی صحیح ہوگا۔ (حالانکہ تقویم میں ایک دن کا فرق کوئی فرق نہیں)۔ ڈاکٹر صاحب کا کرم ہے کہ انھوں نے مذکورۂ بالا قلمی مقدموں کے عکس عنایت فرمائے تھے۔



بسم الله الرحمن الرحیم

ردیف الف

ای نزد بر وی گران خواب بخت ما — با آنکه گریه داد بسیلاب رخت ما

ما ناز پرور تب و تابیم می خورد — چون نخل شعله آب ز آتش درخت ما

ما والی قلمرو سیر و سیاحتیم — هر نقش پای خویش بود پای تخت ما

مظهر ز یار مید و دگر یاد ما نکرد

دیوانه خوش نبود ز وضع کرخت ما

گرد آخر حسن بالادست او رسوا مرا — موکشان چون خامهٔ تصویر بر دار جا مرا

چون سفالین کوزهٔ خشکی گزایش بر کنند — گریه می آید بجوش از جملهٔ اعضا مرا

گرچه تمکینم بسان سنگ جزو تن شود — چون نگین گویا کند نامش ز سر تا پا مرا

عیب بینان واقف از نقصان خویشم کرده اند
همچو عینک ساخت چشم دیگران بینا مرا

داشت چندین صورت تعبیر دستار و کلاه
این بلا از فیض عریانی شد از سر وا مرا

بهر من دار الامانی بهتر از زندان نبود
داغ مجنون تازه شد از دیدن صحرا مرا

چند روزی صبر کن صیاد ایام گل است
می کشی بسیار بی هنگام و بیجا مرا

بر مزارم شیشه بگذاشت پیری می فروش
کرد تخفیف عذاب از سبزهٔ مینا مرا

کفر و دین امروز مظهر نازها دارد بمن
سرو رعنا ساخت عشق میرزا جانم مرا

ز بس با داغها دود دل آید بر زبان ما
شود محسوس همچون شاخ نافرمان فغان ما

دماغ ما بشکر و جان تکلف بر نمی تابد
بود همچون صبا هر غنچهٔ گل عطردان ما

بوصف سرمه و دنباله دارش چون بحرف آید
چو سوسن در دهن هرگز نمی گنجد زبان ما

کسی را و محبت از کجا خواهد باین طالع
که برق تنگ گل بر داشت از شاخ آشیان ما

ثنا خوان لب و دندان خوبانیم از عمری
کسی از لعل و گوهر پر نمی سازد دهان ما

مدار و کشتن ما صرفه رحمی کن بحال خود
چراغ خانه درد و غم ست ای عشق جان ما

حلاوت می چکد از گفتگوی عشق ما مظهر
چو برگ گل زبان را در شکر گیرد بیان ما

امید به گل بی تهیا از خود فراموشی مرا — شور بلبل میکند تعلیم خاموشی مرا

بلبلی میگفت با صیاد کز بهر خدا — جز بدست طفل گل رخسار نفروشی مرا

قسمتم این بود کز بزم طرب گردد نصیب — زان کف مانند گل خون جگر نوشی مرا

دلبران هم نازادر اندا ما نازک ست — بانگ گل این نکته میگوید بسر گوشی مرا

کی توان شد همصفیر بلبل اهل کنیست — یاد دور از گلرخان غیر از فراموشی مرا

نالهٔ مرغ چمن گم کرده سیر آهنگ نیست — واگذارید ای نواسنجان بخاموشی مرا

نیستم نو دولت فقر و فنا مظهر که هست — جز ورق چون صورت قالی نمد پوشی مرا

از ان پهلوی خود جا میدهم این رنج و محنت را — که غیر از من پناهی نیست در عالم مصیبت را

نصا از مشهد ما نشست خونی و هم میگیرد — کز تا رنگین کند هنگامه روز قیامت را

بنا کردند خوش رسمی بخون و خاک غلطیدن — خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

نمیگیرد باطن اهل صفا زنگ از نظر بازی — تصرف نیست بر گرد دل آیینه صورت را

دماغ دل درینجا گاه گاهی چاق میگردد — خدا آباد تر سازد خرابات محبت را

تلف کردست این دل حق صحبتهای دیرینم — ببزم خود نخواهی داد جا این بی مروت را

بجای سنگ طفلان یا شیشه باید زد — چو مظهر میرزا دیوانه نازک طبیعت را

۸

آه چسان جدا کنم از کف پاش دیده را — گرد حنائش لعل نی اشک بپا چکیده را

بخت اگر مدد کند پای برو رسن نهی — تازگی از حنا دهی رنگ ز رخ پریده را

جسته دلم ز قید زلف کی شودت اسیر خط — صید نمیتوان نمود بلبل دام دیده را

تشنه زخم دیگرست صید بخون طپیده ات — زود بداد دل برس جان بلب رسیده را

غنچه شگفت دم زد از جلوه پیش روی یار — لیک کسی نکرد گوش حرف دهان دریده را

غوره حیرتم که چیست این همه گریه ز آب — حسرت پای بوس کیست اشک بسر دویده را

زخمی آن مژه دلم هر نفسی رود ز هوش — رفتن اگرچه مشکلست خار بپا خلیده را

کند روی تو روشن چشم یعقوب زلیخا را — لب لعل تو احیا میکند دین مسیحا را

جنون سوی بیابان میکشد دیوانه ما را — که در کارست جیب پاره دامان صحرا را

ولی دارم که گرد آن دل بیرحم میگردد — که در سختی بجای کعبه سجود است خارا را

نشستم عاقبت چون آفتاب از ذره گردیها — سیه کردم باندک چشم روشنی روی بینا را

خداوند پس از من حال این وادی چه خواهد بود — پس از مجنون ندید آباد کس اقلیم صحرا را

ز عشق او بدین غم کی تسلی میشوم مظهر — که غرق سوختن چون شعله میخواهم سراپا را

۱۶

[illegible marginal notes] ... یعنی عاشقان ... کامل خرابان ... درعشق ... پیاشده را

بیکسی مشهور کرد آخر بیکتائی مرا
داد تشریف خدائی فیض تنهائی مرا

چون توانم دید سوی او که در بزم از ادب
متصل چون شمع لرزد نور بینائی مرا

صرف عشق خوش قدان گردید نقد مشک من
کرد مفلس عاقبت این خرج بالائی مرا

میروم تا عنان من بدست خویش نیست
همچو کشتی ساخت سیل گریه دریائی مرا

پیش چشم سبزه تا مژگان آهو فرق نیست
خوش سواد بیابان صحرا کرد سودائی مرا

منکه مظهر دعوی تاب و تحمل داشتم
ساخت پیش او خجل این ناشکیبائی مرا

یارب بپا ز ضعف رسیدست سر مرا
اکنون بسان حلقه مکن دربدر مرا

یارب چو آن صبا که بتازد بغنچه زار
روزی بکن بلشکر دلها ظفر مرا

چون شعله چراغ بمژگان گره شود
از حیرت جمال تو نور نظر مرا

در راه جستجوی تو تا پا نهاده ایم
چون عمر میگذرد در سفر مرا

آن بلبلم که چون بچمن فصل گل رسد
ریزد چو برگهای خزان بال و پر مرا

مظهر مگو که پیری و نظاره بد نماست
گلگشت لازمست چو باد سحر مرا

از دو خل گرچه کاسته اجزای تن مرا
بالید همچو نقش محبت سخن مرا

چشمی نمود بیخبر از جان و تن مرا — عشقِ تو نی شدست شرابِ کهن مرا

تا محوِ جامهٔ تنگ و تنگِ او شده‌ام — یکرنگ گشت چون حباب بتن پیرهن مرا

از کوی دوست رفته‌ام اما نرفته‌ام — چون نقشِ پاست گامِ نخستین وطن مرا

از مفلسی چو مرده بآتش پس از وفات — باشد غبارِ خویش عبیر و کفن مرا

مظهر بنگِ غنچهٔ نرگس ز شوقِ می — بگرفت شکلِ جام زبان در دهن مرا

هر دم از یارانِ دیرین یاد می آید مرا — کوهکن از آبِ شیرین یاد می آید مرا

لاله وار خون چو می بینم گریبان میدرم — دورِ آن دامانِ رنگین یاد می آید مرا

گردنِ مینا چو گیرم آب میگردد دلم — ساعد و ساقِ بلورین یاد می آید مرا

سرو چون آهسته می جنبد بتحریک نسیم — آن خرامِ ناز و تمکین یاد می آید مرا

وا شوند گلهای باغ از رشک داغم میکند — جوششِ یارانِ رنگین یاد می آید مرا

نامِ برگِ گل مبر مظهر که دل خون میشود — ناخن‌های نگارین یاد می آید مرا

باشد بوصفِ لعلِ لبِ دلستانِ ما — مانندِ غنچه پر ز زبانها دهانِ ما

از سینه نارسیده بلب ضعف کرده ماند — چون دودِ شمعِ کشته تصویرِ جانِ ما

تا شکرهای مقدمِ تیغش ادا کنیم | همچون سنان ز فرق برآید زبانِ ما
از ما ستاره سوختگان باغبان مرنج | باشد سپند سوز چمن آشیانِ ما
بر خاکِ ما نه شمع فرستاد و نه گلی | مردیم و سینه صاف نشد بدگمانِ ما
دارد ز عشق هندوی لعلِ سیاه او | کاکل بسر چو خامه هوا استخوان ما

کی کند ممنون چنین بی‌صرفه آزادی مرا | گر طپیدن چون نسیم فرسوده سر دادی مرا
دید چون خوش‌کاریم در کندنِ جان کوهکن | از زبانِ تیشه کرد اقرار استادی مرا
آنچه شد معلوم مجنون از مزارش زنده است | بوی عشق آید هنوز از خاک این وادی مرا
اجر این حسنِ عمل میدیدی ای مرغ چمن | در قفس برگِ گلی گر میفرستادی مرا
یاد آن روزی که از فردوس افتادم بخاک | رسمِ عریانیست آبائی و اجدادی مرا
دیدی آخر جان بغارای حیرت باغبان | رخصتِ دی چمن دیدن نمیدادی مرا

کاش بخت و طالعِ رنگِ حنا بودی مرا | تا بکامِ دل ته پای تو جا بودی مرا
مطلب از کشتنِ من نیست ورنه زیستن | با چنین تقریب مردن کی روا بودی مرا
آنچه آورد دست بر من دوستی آورده است | کاش با بیگانگی دل آشنا بودی مرا

چون وفائی نیست خوبان را چه خوش بودی اگر
دلربای بیوفائی بیوفا بودی مرا

تا ز بیخ خود پرستیها دمی آسودمی
همچو مظهر کاش راهی با خدا بودی مرا

آبرو پیش کسی نیست کف خاک مرا
شعله هم از نظر انداخته خاشاک مرا

قبلهٔ مردم حرمان زده امروز منم
میکند پاس پرستش دل غمناک مرا

یک سر طره بدست من و یک در کف او
شانه همزلف بود سینهٔ صدچاک مرا

چون شود بزم سخن گرم توان فهمیدن
از چنین شمع صفت شعلهٔ ادراک مرا

هست پیغمبر حسن آئینه مظهر اما
می پرستند بجائی نظر پاک مرا

از سرافرازی نشان یارب که میدادی مرا
کار با افتادگیها گر نیفتادی مرا

نامرادی نیست در عالم چو من کز آشیان
تا بشاخ گل رسم بگرفت صیادی مرا

در فن دیوانگیها طرز خاصم داده اند
اقتدای نیست با مجنون و فرهادی مرا

بندهٔ تجویز تقدیرم که روزی کرده است
خاطر بیغم ترا و جان ناشادی مرا

نام اگر مظهر برآوردم بشاهی فخر نیست
کاش خوانند بندهٔ خود سرو آزادی مرا

تا نفس باقیست چون نی نالہ سامانیم ما — زندہ تا ہستیم ہمچون شمع گریانیم ما

کردہ اند این شوخ چشمان نالہ ما را خراب — سر بصحرا دادہ شہر غزالانیم ما

برنمیداریم دست از دامن دیوانگی — ہمچو گل لب تشنۂ چون گریبانیم ما

بر رخ و چشم تر ما در مبند ای باغبان — بہر گل ابریم و بہر سبزہ بارانیم ما

نیستم آگاہ مظہر از فن آوارگی
ہمچو موی اہل ماتم تو پریشانیم ما

بہار آمد کہ تا روشن نماید شعل گل را — کند گلگیر شمع نالہ ہا منقار بلبل را

بخاطر ہست کز دیوان گلشن نقل بردارم — تو نسیم جای بسم اللہ شکل شاخ سنبل را

ز پیری قامتم چون خم شود با خوشتن آید — کہ ہرگز اعتباری نیست برخورد سر پل را

از ان بر دم بدستار خود این پیچش بو مظہر
کہ ناحق برقفا بستست دست زلف کاکل را

بیا و فرصت شوخی مدہ زبان مرا — مکن بلند مکن شعلۂ فغان مرا

مباد ہمچو نگین چرخ پوست کندہ نہم — بیا و مہر چو خاتم مکن دہان مرا

چہ آتشم زنی ای نوبہار اگر دادست — بزن گلاب چو غنچہ آشیان مرا

اگرچہ پیکنم میکنند خوشتم مظہر — کہ میکنند بو فایار امتحان مرا

۲۱

غرض دل بود ناحق سوختن هر استخوانی را — زدی ظالم پی یک تیر آتش نیستانی را

اگر این بار در سیر چمن با من دل خوش باشد — به گل خواهم گرفت ای بلبلان هر آشنایی را

نه با گل وا شدم گاهی نه گرد شمع گردیدم — چه واقع شد که آزردی چو من آزرده جانی را

شدی تنها به باغ از وا شدن گلها دل خون شد — چرا با خود نبردی همچو مظهر بیگانی را

تا بنامحرم نگوییم نام جانِ خویش را — مُهر خواهم کرد چون خاتم دهانِ خویش را

پادشاهِ عالمِ ویرانه‌ام مانندِ سیل — کرده‌ام تختِ روان طبعِ روانِ خویش را

دید گز گل هم به باغِ باغبان نازکتر است — از چمن برهم شکست بلبل آشیانِ خویش را

هر که مظهر حالِ کس پرسد ز من اول بار و — چون کتاب بقصه گویم داستانِ خویش را

همین هر دو الم کردست زار و ناتوان ما را — تو باشی مایهٔ افزای آرامِ جانِ ما را

قفس دانیم و بس را چمن از ما چه می‌پرسی — که پیش از بال و پر برداشتند از آشیان ما را

نفس چون می‌کشم از سینه صد جا بگسلد تارم — چه زار و ناتوان کردست آن مو میان ما را

ز تاثیرِ محبت در دلش کردیم جا مظهر — بجا باشد اگر خوانند دلبران جان‌جان ما را

۲۲

نسب درست کند گر بجانبازی ما ... همین بس ست پس از مرگ خیر جاری ما

بغیر موج هوا نیست نردبان غبار ... رساند ناله بمعراج خاکساری ما

چه خوش بردی دل تنگ یاوری ما اگر ... خدا دراز کند عمر زخم کاری ما

ز طفلی ایم اسیر جنون که چون نرگس ... بگل زمین چمن بود نی سواری ما

همدم شبهای تنهائیست بیتابی مرا ... گوئی از بیداری بخت ست بیخوابی مرا

دربدر چندانکه گردیدم بسودای بتان ... قیمت افزون شد چو خود مسکار بی‌آبی مرا

چیست آسایش نمیدانم که از طفلی چو دل ... درکنار خویش پرورد ست بیتابی مرا

غنچه سان مظهر ز خون دل ہمی گیرم وضو ... یاد می آید چو آن لبهای عنابی مرا

گردیدمی چو گریه گره در گلو مرا ... دل میتوان گشته ز دست سبو مرا

خونم چو دانه‌های انار ست قطره بند ... از بس گره شدست بدل آرزو مرا

مظهر بجرم نیم نگاهم که میکشند ... یکبار خود کنند باور رو برو مرا

سرگشت شعله بوصل تو ز خاکستر ما ... گل کند فصل بهاران چو زمین جوهر ما

بی حمایت نبود میکشیِ ما زاهد
سایهٔ دستِ خدا ابر بود بر سرِ ما

ایضاً

بکامم تلخ گرداند خدا شیرینیِ غم را
فروشم گر ز بیدردی بشادی ذوقِ ماتم را

ایضاً

بآن انداز خون از چشمهٔ زخمِ دلم جوشد
که گردد دور دهن آب از تمنا چاهِ زمزم را

ایضاً

چو بو با هر گلِ این باغ پیوندست جانم را
ز شاخ ای باغبان آهسته بردار آشیانم را

مبادا بلبلِ دیگر پس از من آشیان بندد
توان آویخت بر شاخِ بلندی استخوانم را

ایضاً

دلبر چو تو نی چو من رنگین سخنی را
بلبل چو منی همچو تو گل پیرهنی را

فریاد ازین قوم که چو بادهٔ حرام
بی زر نتوان دید رخِ سیم تنی را

ایضاً

چمن نمود بنقشِ قدم غبارِ مرا
گرفته است بگل شوخِ من مزارِ مرا

بترکش گرمیِ طفلانه سرخوشم دارد
بغمزه می شکند شوخِ من خمارِ مرا

ایضاً

فشار داد نزاکت ز بسکه تنگِ ترا
تنِ تو ساخت گلابی قبای تنگِ ترا

بستانِ سایه پری می فتد بپا مظهر
بلند دامنِ عنای جامهٔ تنگِ ترا

ایضاً

کردی نظر بگفتهٔ غیری بحالِ ما
خندد شبِ فراق بروزِ وصالِ ما

هر چند که خون شد ز طپیدن نفسِ ما
صیاد نیاورد بگلبن قفسِ ما

ایضاً

باین فرصت چه حظ باشد ز سیرِ گلستان ما را
که رفتن لازم افتادست چون آبِ روان ما را

ایضاً

با روی پر عرق بخاکِ ما بیا
ای ابرِ نوبهار بدین کربلا بیا

ردیفِ تای فوقانیه

در چشمِ من که بی تو دلم را قرار نیست ‌‌ ‌ آتش بلند گشته ز گلشن بهار نیست

جان داده اند بسکه عزیزان درین دیار ‌ ‌ یک سنگِ راه نیست که لوحِ مزار نیست

حسنِ ادب نگر که بعشقت بر بختم ‌ ‌ اشکی که رشکِ صد گهر آید از نیست

در حیرتم که بهر چه بروی تو دست من ‌ ‌ آن دل که هیچ پیش تو اش اعتبار نیست

نازم بهمتش که دلم خوش نمیکند ‌ ‌ سوزی که با هزار جهنم دوچار نیست

زین ره چو بگذرد ننشیند ز بیم غیر ‌ ‌ در رفتنش چو عمرِ عزیز اختیار نیست

مرگ آرزو کنم چو شوی مهربان من ‌ ‌ یعنی دگر بجتِ خودم اعتبار نیست

مظهر مباش بیخبر از حالِ اشکِ من ‌ ‌ لعلی ست اینکه در گرهِ روزگار نیست

غلامِ عشقم و لطف و کرم بهای منست ‌ ‌ کسی که بنده بخواند مرا خدای منست

هزار عمر فدای دمی که من از شوق ‌ ‌ بخاک و خون طپم و گوئی از برای منست

خدا نکرده که برهمن ز بت کند فریاد ‌ ‌ تو واقفی که چه از ناله مدعای منست

جزای آنکه بهیچون توئی وفا کردم ‌ ‌ بهر جفا که دلت خوش شود سزای منست

برای خاطرِ شاهی ال نمیتوان آزرد ‌ ‌ فراقِ یار که دیرینه آشنای منست

فلک چرا من غم دیده را بیازارد	بکاسه‌ام نمک از شور گریه‌های منست
ازین زیاده بحال من التفات مکن	طبیب رنج مبر درد دل دوای منست

مکن شکایت آن یار تندخو مظهر
همین که عاشق دیوانه‌ام خطای منست

دلم بروی تو این دیده پرآب گذاشت	که رخت تر شده با آفتاب گذاشت
هلاک جلوهٔ یارم بخاک بسپارید	چو عکس آینه با دیده مرا در آب گذاشت
نداشت سایه پیمبر که بهر امت خویش	ذخیرهٔ پی روز بد حساب گذاشت
دم پسین پدرم در وداع حضرت عشق	گرفت دستم و در دست آنجناب گذاشت
فلکم ولایت معمورهٔ غم مجنون داد	چو او گذشت باین خانمان خراب گذاشت
بجلوه گاه تو مشاطه چون ز عالم هوش	برفت و آینه داری با آفتاب گذاشت

نکرد مظهر ما طاعتی و رفت بخاک
نجات خود بتولای بوتراب گذاشت

ز هیچ گلبرگی برنگ اشک خون آلود نیست	ز هیچ آهنگی بذوق آه دردآلود نیست
ضبط اشک و آه از مالو گرفتاران مخواه	آتش این خام سوزان بی تر و دود نیست
با جفا و جور و با مهر و وفا نیست کار	هیچ جز درد و الم از عاشقی مقصود نیست

٢٦

کثرتِ این نقشها عرضِ تجلیهای اوست
در دو عالم غیرِ یک نقاش کس موجود نیست

ذوقِ آزادی ندارم زود پروازم کجاست
در بساطِ من بجز بالِ تپش نمود نیست

لذتِ صد زندگی در نیم کشتن میدهد
تیرِ مژگانِ بتان پیکانِ زهرآلود نیست

عمرها شد خویشتن بکنجِ تنهایی آسوده است
میرزا مظهر حریفِ بزمِ هست بود نیست

یک دل ندیدیم ز دلستان نیست
فریاد که داد در جهان نیست

مارا ز تصرفِ محبت
پیشِ تو سبک شدن گران نیست

لیسد کفِ پای یار گویا
برگی ز حناست این زبان نیست

یارب چه فساد بلبلان را
در باغ نشانِ آشیان نیست

ای بادِ صبا ادب ضرورت
این مشهدِ ماست گلستان نیست

این بست وفا که بعدِ قتلم
از کوی تو خونِ من روان نیست

جان کز پی یار رفت مظهر
گو رو که عزیز تر از آن نیست

بهر کجا که غمی هست میهمانِ منست
خلیلِ عشقم و لختِ جگر بخوانِ منست

سرم بداروی درمان چرا فرود آید
که درد یا طبیبِ مرا جدا از منست

٢٧

مکن با این خنکی ای رقیب دعوی عشق	که این تپی ست که مخصوص استخوان منست
ز ناله شکوه غرض نیست این گمان نبری	که عاشقم من و آه و فغان زبان منست
مزار سوختگان را غلط نخواهی کرد	چو دود سر کشد از تربتی نشان منست
شدم عزیز چمن مظهر از سبکروحی	چو بوی گل دل غنچه آشیان منست
اگر گفته است که تنها و بیکسیم مظهر	که غم رفیق من و درد مهربان منست
تاجر ما جنس درد از راه دور آورده است	از برای داغ دل آتش ز طور آورده است
درد محرومی اثر دارد که مرگ کوهکن	تا پشیمانی چو شیرین را بشور آورده است
کی بمعشوقی سر آن شوخ می آمد فرود	بر سر نازش نیاز ما بزور آورده است
تا ز خاکم بگذرد دامن کشان چون گردباد	آن پری را درین وادی غرور آورده است
سیل خون از سینه گرم روان آید ز دست عشق	نازم اعجازش که طوفان از تنور آورده است
بی طلب چیزی که می باید بهر کس میرسد	از عدم نرگس عصا با چشم کور آورده است

مژده مظهر سرمه از خاک نجف آورده ام
کاروان ما به بار این بار نور آورده است

خوب چون دیدیم لوح ما سرابی بوده است	صورت آیینه سان نقشی بر آبی بوده است
شعله داغی ندارد بیچراغ افتاده است	سینه زاهد عجب ملک خرابی بوده است

۲۸

از فروغِ روی چون خورشیدِ یار آیینه را — سیر کردم نسخه با آب و تابی بوده است

کاروانها رفت ازین راه و گلوی تر نکرد — از محیطِ دهر شیدای سرابی بوده است

عمرِ ما در عینِ بیداری بغفلت رفت حیف — آنچه بیداری گمان کردیم خوابی بوده است

ترزدامنش اگر یک لحظه بر هم میخورد — چشمِ نمناک هواداران حبابی بوده است

مظهرِ دیوان من را فتاده است جزوِ دلم — این ورقها را که می بینی کتابی بوده است

رشحین گریه ازان چشمِ می پرستان است — که شور قلقلِ مینا دعای باران است

برنگ کاغذ آتش زده ز سوزِ غمش — سیاه نامهٔ اعمالِ ما زرافشان است

جدا ز یار یقین شد ز سیرِ مهتابم — کر ماه غیست دهانِ تنورِ طوفان است

چو جوز پوچ ندانید حرفِ من بی مغز — کرو اچو پسته دهانم بذکرِ سبز است

بود محبت نادان بلا که یوسف را — طرب سرای زلیخا تمام زندان است

رساست تیرگیِ روزگارِ مظهرِ ما — چو زلفِ یار ز سر تا قدم پریشان است

درین بهار ز بلبل اگر نشانی هست — بزیرِ گلبنی افتاده آشیانی هست

برنگ دود که از شمع کشته بر خیزد — بلب ز جورِ توام آه ناتوانی هست

رسید جان بلب اما نمیتوانم گفت — گره بکارِ من از لکنتِ زبانی هست

کنون طرحِ بلندِ خودم یقین گردید
که بر زمینِ غزل نیز آسمانی هست

چکیده لبِ تیغ کدام شوخ جای دل
که باز بر لبِ زخمِ تو رنگِ پانی هست

دگر چگونه توان کرد یادِ حق مظهر
اگر بابِل ما عشقِ نوجوانی هست

سوختن چون کامل افتد قابلِ تدبیر نیست
خاکِ ما خاکستر آسا در خورِ تعمیر نیست

آن قدر پیوسته با هم خانها دارد که نیست
کوچه آبادتر از کوچهٔ زنجیر نیست

یک طپیدن کارِ ما را میتواند ساختن
همچو ماهی بر سرِ ما منتِ شمشیر نیست

کشتنِ ما ناتوانان نیست چندان جای خوف
خونِ ما چون رنگِ گل گستاخ دامنگیر نیست

از دلِ سنگِ تو آخر آتشی خواهد کشید
آهِ من ای سرو که میگویم بی تاثیر نیست

مظهر از وارد جفاهای خوبانم مپرس
حالتی دارم که هرگز قابلِ تقریر نیست

یکی بیا بسرِ خاکِ ما که جای خوشی ست
خرابه ایست ولیکن در و هوای خوشی ست

خدا نخواسته چون وصل بیوفا باشد
فراق با همه ناسازی آشنای خوشی ست

سرم بحضرتِ عیسی چه سر فرو آید
برای جانِ من این درد دل دوای خوشی ست

مس وجود طلا میشود ز عجز و نیاز
شدن بخاک برابر چه کیمیای خوشی ست

بعید نیست ز خواب عدم شود بیدار — به نعش کشته به پا زدن جفای خوشیست

نگرد میل به بینائی فاحشه مظهر
اگرچه حسن به تزیینت پارسائی خوشیست

چشم من بسکه ز محرومی دیدار گریست — گریه از رحم برین دیدهٔ خونبار گریست

دید گر مشهد ما تشنه لبی میدید — ابر استاد برین مزرع و بسیار گریست

چون بمحشر خبر توم گرم بعیادت آمد — دست بر سر زد و بر حالت من زار گریست

سلک دندان تو روزی بخیالم بگذشت — بعد از آن دیدهٔ من گوهر شهوار گریست

نیست این ابر که باریده بغمخانهٔ ما — بر سیه روزی عشاق شب تار گریست

۳۱

کیست امروز بجز مظهر دیوانهٔ ما
آنکه هر شب به تمنای تو صد بار گریست

تا بهم غنچه خیابان بهشت تو خندان شده است — زخم پنهان دل از سینه نمایان شده است

سنگ طفلان که سر تربت دیوانهٔ ما — از هجوم شرر سنگ چراغان شده است

تا کجا نشگفد آخر گل دیوانگیم — طرهٔ آتش از ته دستار نمایان شده است

غیرت دلبریت آه کجا رفت بیا — سبزهٔ تربت من وقف غزالان شده است

عشق و صد کوه الم مظهر و یک شیشهٔ دل — دلش از عشق بتان سخت پشیمان شده است

این دل کہ گل داغ محبت بسر اوست
یعقوب ز مہجوری خود شکوہ چرا داشت
بیتابی دل کار بجائی نرسانید
این ہستی ما نیستی ہست تماشیست

آتشکدہ ہست کہ دوزخ شرر اوست
این دولت کم نیست کہ یوسف پسر اوست
جستیم بمرغیکہ طپش بال و پر اوست
وین دعوی حق ست گواہم کمر اوست

اینست محبت کہ مرا بود بمظہر
کو مردہ و سوگند ہنوزم بسر اوست

محشر گردش دامان تو بی چیزی نیست
از برای دلم آبی تہ کاہی داری
کردہ تیز سنگ دل مانند خودی
مرد مجنون مگر ای بید کہ ماتم کردی

نفحہ عطر گریبان تو بی چیزی نیست
سبزہ بر چاہ زنخدان تو بی چیزی نیست
این ہمہ تندی مژگان تو بی چیزی نیست
آہ این موی پریشان تو بی چیزی نیست

باز شاید شدہ عاشق گل پیرہنی
مظہر این چاک گریبان تو بی چیزی نیست

قدردانی بجہان غیر غم یارم نیست
پیش گل سجدہ گر از دور نیارم چکنم
رنجش آورد میان من و بیتابی من

خار خشکم کہ بجز شعلہ خریدارم نیست
سنگ محراب بجز رخنہ دیوارم نیست
غیر آرام کسی در پی آزارم نیست

بلبلم لیکن هوادارِ گل باغِ خودم
همچو مرغانِ قفس کار بگلزارم نیست

آخرِ کار علاجی نبود غیر از داغ
کس جز آزارِ طبیب دلِ بیمارم نیست

ایضاً

اگر ز بندگیِ چون منی ترا عار است
تو زنده باش خریدارِ بنده بسیار است

بجنگ آن دلِ چون سنگ میرود دل من
چه شیشه ایست این نازکی جگر دار است

فدای عاشقِ نازک دلی شوم که برو
بغیر کشتن خود هر چه هست دشوار است

ز خاکِ خسرو و شیرین دمید خار هنوز
ز خونِ ناحق فرهاد کوه گلزار است

کشیده ایم بسر جامِ جانگداز فراق
بکامِ حوصله زهرِ اجل چه مقدار است

ایضاً

بی تو جان آزرده و دل تشنهٔ گردیده است
مرگ را یارب چه شد آن هم مگر رنجیده است

بر سرِ خاکم مبادا دم زنی ای صورِ حشر
در کنارم فتنه یعنی دلم خوابیده است

دل که غرقِ آتشِ سودا است گاهی تنگ دل
لاله کم ظرف بسوداغی دکانی چیده است

چون ندارم حرمتِ این هر دو چشمِ پرنگاه
سالها عشقِ تو زین منزل این گوهر سنجیده است

آن قدر در چشمِ مظهر نیست شانِ روزِ حشر
آن شبِ هجران که آن هنگامه ها را دیده است

۳۳
[illegible]

گرچه پیرم در سر از عشقم نشانی مانده است
کهنه داغی یادگار از نوجوانی مانده است

خشک شد رگها ولی جاریست از زخم دلم
جوی خون کز حسرت سرو روانی مانده است

مرده ام از خاک من میجوشد آب زندگی
بسکه با من الفت شیرین دهانی مانده است

خار خار عاشقی از سینه بیرون رفته لیک
در جگر پیکانی از ابرو کمانی مانده است

تا شوم آزاد از دام و روم مظهر بباغ
نی گلی نه بلبلی نی آشیانی مانده است

تا بهوش آیم دل صد چاک یار از دست رفت
دام تا از خود خبر گیرم شکار از دست رفت

تا ببزم عیش خود راهم دهد خطش دمید
تا در این باغ وا گردد بهار از دست رفت

یار از اظهار حسرتهای بسیارم رمید
از تاسف بسکه کف سودم نگار از دست رفت

ای بقربانت شوم از گریه زارم مرنج
خنده کردی که یکبار اختیار از دست رفت

خون مظهر از تغافل ریخت بی پروا طبیب
پا ببالینش نهاد آن دم که کار از دست رفت

نو بهار عمر رفت و جسم زاری مانده است
باغ ویران شد نشانش مشت خاری مانده است

بر بهار رفته عمر خودم جاریست اشک
یادگار آن گلستان آبشاری مانده است

آفتابی رفت از آغوشم ازین غم چون هلال
آن قدر کاهیده ام کز من کناری مانده است

۳۴

جای رحمت است ای هجوم آه وای سیلاب اشک — یادگار از من همین مشت غباری مانده است

شد پریشان مجمع احباب دید تنها گذشت
ظاهر از آن قرة مظهر نام باری مانده است

رفته‌ست در بزم مستان بهره آبم کرده است — چهره از می آتشین کردن کبابم کرده است

یک خرام ناز شان صد بارم از جا می‌برد — جلوهٔ این خانه آبادان خرابم کرده است

این قدر با غافل از اندیشهٔ روز حساب — رحمت بی حد و لطف بی حسابم کرده است

رخت دل اکردن همان رخت از جهان بستن است — در سبکباری خجل وضع حبابم کرده است

رستن از قید خودی مظهر بحق پیوستن است
قطره بودم بحر یک کشتی شرابم کرده است

سرخروئی گریه از مژگان خونبار من است — سیل غم از سایه پروردان دیوار من است

شام من پرورده در آغوش صبح فتنه را — روز محشر قرة العین شب تار من است

هر نفس سیلابی‌ام در عشق داغ تازه سوخت — همچو شمع این زندگی دائم در آزار من است

اینکه نتوانم که دور از یار گل را بو کنم — شمه از بیدماغیهای بسیار من است

آن صنم را بنده‌ام مظهر که رام من شود
آنکه با من ناز بفروشد خریدار من است

۳۵

دلبری نیست که دلدادهٔ دیدار تو نیست | یک خداوند ندیدم که پرستار تو نیست

غالب آن است که کارم شود این بار تمام | هجر این مرتبه چون فرقت هر بار تو نیست

تیغ بردار بکن تشنه گلوی سیراب | با چنین دست و دلی بخل سزاوار تو نیست

هوس عشق مکن ای دل بی صبر و قرار | عاشقی فن شریفیست ولی کار تو نیست

بیکسی را چه بمعراج رساندی مظهر | جز غم یار کسی مونس و غمخوار تو نیست

۳۶

حیف دردی که بخود ننگ مداوا برداشت | بهر جانی نتوان ناز مسیحا برداشت

همچو آن ابر که بر بحر خورد از صدمهٔ باد | کوه را نالهٔ زور آورم از جا برداشت

دید عکس قد رعنای تو افتاد در آب | زین تماشا نگهم حظ دو بالا برداشت

ابر امروز از شور رغبی دارد | منت آبی مگر از چشم تر ما برداشت

مظهر ما که دمش این همه گیراست مگر | فیض از سلسلهٔ زلف چلیپا برداشت

۳۷

آفتاب از صبح تا صبح دگر قربان اوست | روز و شب گردون که میگردد بلاگردان اوست

ای جنون تا جیب من شوخی نکن هشیار باش | کین گریبان سایه پروردهٔ دامان اوست

دیده با رعنائیش بر جا ز حیرت مانده است | با همه آزادگی سرو از گرفتاران اوست

مفت دیدنها که با آئینه خوش هنگامه است
یار محوِ عکس خویش و عکس او حیرانِ اوست

زخم دل مظهر مبادا به شود هشیار باش
کین جراحت یادگار ناوکِ مژگانِ اوست

اشک من رنگ رخش را سبب تغییر ست
قطرهٔ سیلاب برای چمن تصویر ست

چشم بر چشم چو افتاد گرفتار نگهست
حلقه بر حلقه چو افزود دگر زنجیر ست

امشب این ماه و کتان سخت بهم ساخته اند
نکهتی در بدنت همچو شکر در شیر ست

دست از ما نکشد عشقِ تو گر پیر شویم
صبح را پنجهٔ خورشید گریبان گیر ست

ایضاً

بر کام دلم جام وصالِ تو حرام ست
عمریست که ناکامی من طرفه بکام ست

ساقی بده آن می که ز مستی نشناسم
پیمانه کدام و لب جانانه کدام ست

چون عکس بدیدار توام زنده خبر دا[illegible]
رو تافتی و کار منِ زار تمام ست

مظهر طلبی گر بجهان منزل راحت
بگذر تو ز خود بس این یک دو مقام ست

از منش وحشت ز رشکِ عشقِ رخسارِ خودست
آنچه من دریافتم او هم گرفتارِ خودست

یوسفِ ما داد در آئینه عرضِ جنسِ مصر
حسن با این خود فروشیها خریدارِ خودست

[illegible]

۳۷

[illegible]

زد حنار الست پاو سر ره ابر خاک بخت | از بی آزار ما ناحق در آزار خودست

میرزا مظهر بهرو باین نداردِ احتیاج
همچو نور مردمک شمع شب تار خودست

جلوهٔ مغلت اگر دیدهٔ بینای هست | کین جهان آینه آئینهٔ سیمائی هست
مهر و مه ارض و سما آینه تشکل اندهمه | میتوان یافت که در پردهٔ خود آرائی هست
عشق میگفت دم رخصتِ یوسف زپدر | خبرش نیست که در مصر زلیخائی هست
طرفه حالیست که دل این همه گم ست هنوز | از برای غم و درد تو درو جائی هست

داغ دل گر آفتاب آسمانِ آتش ست | اشک گرم ما چراغ دودمانِ آتش ست
باد تند ابر مطیر ست از برای شعله ها | نالهٔ ما آبیار گلستانِ آتش ست
هر که دارد سوز و سازی از بی ما میرود | این دل نالان درای کاروانِ آتش ست
دل ندارد گرچه تاب سوختن اما هنوز | همچو خاکستر غبار آستانِ آتش ست

ز عمرها دلِ ما شکست خورسند ست | چو غنچه شیشهٔ ما را هزار پیوند ست
بود ز خامهٔ مو زندگانی تصویر | حیاتِ ما بسر زلف دلبران بند ست

۳۸

تبسمی ست نمکپاش سینهٔ ریشم	اگر نام آن بزبان بتان شکر خندست

کشتِ پای ابرِ خشک و تر بخواب افتاده است	همچو مستِ خاکِ پا از چشم آب افتاده است
کی رسد تر دامنی را دست با دامانِ مل	رختِ پاکانِ خشک چون گوهر در آب افتاده است
دشت را باد بهاری رشکِ میخانه ساخت	هر طرف عشاغزالِ مستِ خواب افتاده است

اگرچه بر دل و جانم جدا ستم ست	بمرگِ من تو اگر شاد میشوی چه غم ست
منم که شکرِ جفا از وفا زیاده کنم	اگر ستم نکنی بر جبین کسی ستم ست
کسی چو بنده ادا کرده است حقِ جنون	ترا بچاکِ گریبانم ای رفو قسم ست

امتحانِ صبرِ عاشق این قدر با خوب نیست	ای بلقربانت دم آخر دلست ایوب نیست
ای زلیخا شرم چشمی کان مقدس پیرهن	جز تماشای سر ره های دیدهٔ یعقوب نیست
کارگاهِ حسن را از فیضِ مژگانم صفاست	خانهٔ تصویر را جز و قلم جاروب نیست
می نویسم خط بآن بدخو و می گوید برنگ	محضرِ خونبهاست این ای نامه بر مکتوب نیست
چون دلِ مظهر کشید سعی خود دامن مکن	خلطِ مجذوب را آسه زرده کردن خوب نیست

۳۹

[illegible]

با بوسِ بتان طاعتِ ارباب نیاز ست	نقشِ قدمِ ماه رخان مُهرِ نماز ست
خواهید که از رشک نمیریم مگوید	با ما که خداوندِ کسی بنده نواز ست
ای سرو باین جامهٔ کوتاه نه نازی	رعنائیِ معشوق ز دامانِ دراز ست
بیدادِ بتان رز ستم و جور ندانند	این سوختن و کشتن و بستن همه ناز ست
اربابِ صفا دوست ز دشمن نشناسند	بر روی بد و نیک در آینه باز ست
ناسازیِ تنها هر نسیمِ بتان نیست	گردن نکشی شمع با آن سوز و گداز ست

ایضاً

تا مرا در حلقهٔ گوشش نظر افتاده است	رشته در گردنم همچون گهر افتاده است
نیست مُغل سا ایں اینجا که چون مژگان چشم	بوریایِ خانه ام بیرون در افتاده است
تخمِ بلبل کاشت جای گل مگر این باغبان	هر طرف در باغ مشتِ بال و پر افتاده است

ایضاً

نیازِ ما نمک پروردِ ناز ست	شب ما سایهٔ زلفِ دراز ست
مگوئید آه پیشِ ما مگوئید	که معشوقِ کسی عاشق نواز ست

ایضاً

در پرده جلوه کن دلِ دیوانه نازک ست	ای شمعِ بزم خاطرِ پروانه نازک ست

در جای سنگ شیشه توان بر سرش زدن
طفلان و باغ مظهر دیوانه نازک است

آسان توانم از سر کوی سگان گذشت		این کوی دوست نیست که نتوان از آن گذشت
خوش شد دلم که دوش غباری ز کوی دوست		سنگین گذشت و دیر گذشت از گران گذشت
بلبل چو پای در رهِ رقابت بجو ندید		از دستِ باغبان ز گل و گلستان گذشت

من درین فکر پریشان که دلِ زار کجاست		دل درین سعی که سراسیمه که دلدار کجاست
جز دل من که نکوخواه قدیم غم تست	ایضاً	قدردانِ مژه حسرتِ دیدار کجاست
زان خموشم کاندرین فصلم کسی مستانه نیست		هیچ اثر در باغ زان مرغانِ هم آواز نیست
من کجا و ذوقِ فصلِ گل کجا از فرطِ ضعف		تا سرِ دیوارِ باغم طاقتِ پرواز نیست
هر بلبلی چو غنچه سری زیرِ بال داشت	ایضاً	امروز باغ بی تو قیامت ملال داشت

قربانِ ذوقِ مظهرِ دیوانه‌ام که دوش
در زیرِ تیغِ یار عجب وجد و حال داشت

نه کس چراغ و نه کس شمع بر غبارم سوخت		همین ستارهٔ من بر سرِ مزارم سوخت
چه خوب کرد عذابِ گناهِ بوسه مرا		خدا به آتشِ آن لعلِ آبدارم سوخت

۴۱

نالهٔ ام بلبل دستار گلابی شده است	ایضاً	آستین خشک من از جلوه آبی شده است
خشکی سینه او سر فرو رسانید بهم		زاهد آخر به چه تقریب شرابی شده است
آن شمع را گذر بغبارم فتاده است	ایضاً	پروانه چون سمن بمزارم فتاده است
بی نوای گل گل چو بلبل زیر خاره افتاده است	ایضاً	باغ بی سوی تو از چشم بهار افتاده است
این صبح نیست کز شب هجران دمیده است	ایضاً	در ماتم زمانه گریبان دریده است
لکنت شیرین دهانان از روانی خوشتر است	ایضاً	بیت لبهای تو این سکته خوانی خوشتر است
مهتاب و شراب و انتظار است	ایضاً	این روز قیامت است شب نیست
یار از گریه شبهای غمم می رسید	ایضاً	ناگهان ابر سیاهی مقابل برخاست
آه مظهر چون تو آن در محبت آشفت	ایضاً	از همه قطع نظر کن تا به بینی روی دوست

ردیف دال مهمله

دل با برداغم از مشکین خط بت یار می نالد		گر چون طاوس ابر تیره بیند زاری نالد
سکوت ما به بیتاب و شور آب میگوید		ز درد عشق اگر عاشق ننالد یار می نالد
ز رنجی گر بهنگام خلوت شوم فزون گرید		نمیدانی که شبها بیشتر بیمار می نالد
باین ضعف از اشارتهای ابروی تو در شورم		که تا سازنده را ناخن بجنبد تار می نالد
برهمن تا کجا ضبط نفس اکار فرماید		چو تار ساز از دست بتان زنار می نالد

خرامِ ناقهٔ لیلی جرس را صد فغان دارد
دلِ صد چاکم از انداز آن رفتار می نالد

بسانِ خانهٔ زنجیر کز جنبش بشور آید
ز زندان گر برون آیم در و دیوار می نالد

بکوهستان ز حالم گوش کن گر دردِ محرومی
روانِ کوهکن تا حال در کهسار می نالد

بنعلِ تا که پای وحشت پیمای مجنون بود
زبانش خشک گردیده ست از بس خار می نالد

شبِ چمن می برد در خوابِ غافل جز منِ مظهر
ز سودای سرو شمشاد در گلزار می نالد

آنچه من دریافتم هنگامه برپا می شود
گر خدا این ست می بینی چه غوغا می شود

دل به درد آید چو زخمِ سینه را بیرون کنند
شور در جان می فتد چون بخیه پیدا می شود

شکوه داری زاهد از ضعفِ بصر عینک بگیر
از دو جامِ باده چشمِ کور بینا می شود

انبساطِ غنچه مخفی نیست گر فیضِ صباست
دل بجز دمسازیِ لبِ حباب کی وا می شود

بالبِ جو الفتِ سروِ چمن بیوجه نیست
جلوهٔ قامت ز عکسش آنجا دوبالا می شود

۴۳

زندگی بی ستار آید میسر باک نیست
همتش نازم که ممنونِ مسیحا می شود

در قیامت چیست تلخِ گفتارم برهم می خورد
دل قوی دار این بلا آخر ز سر وا می شود

بهرِ پا اندازِ تا می یوسف ز کنعان تا بمصر
نقشِ پای کاروان چشمِ زلیخا می شود

نیست هرگز ناله و فریادِ مظهر بی اصول
کم چنین دیوانه‌ها پیدا می شود

سینه ام کز سبب صفا از خاکساری میکند — از غبار آیینه مشق بی غباری میکند

گلشن خسارش نبید او رنگین تر شود — این چمن را خون ناحق آبیاری میکند

نوبت پرسش بما گاهی نمی افتد که ناز — لیلی چشم ترا بیمار داری میکند

بسکه طفلان از سراپایم بشور آورده اند — ناله از هر استخوانم نی سواری میکند

ناله کز یاران دلسوزیست عمر او دراز — روز و شب بیکس دریما غمگساری میکند

ای صبا با برگ گل نی شعله با خس گرده است — انچه با ما ناتوانان بیقراری میکند

کار چشمت اینکه مژگانش بخون غلطانم — از مصور مو قلم رنگین نگاری میکند

ای بناله در درد و غم ای میرزا مظهر بیا
گریه میگرید بیادت ناله زاری میکند

خدا در آتش سوزان ز سر تا پای من گیرد — اگر عریانیم چون شمع نام پیرهن گیرد

هنر در کار باشد عشق را خون یا سنگ آید — درین ره تیشه باید که دست کوهکن گیرد

ازان پیراهن غنچه چاک میسازم که می ترسم — گریبانم بمحشر آید و دامان من گیرد

زلیخا بر نیاوردی ز زندان یوسف خود را — که شاید بوی پیراهن ره بیت الحزن گیرد

چو بیند آن لب پان خورده دست حنایی را — چمن از شاخ گل انگشت حیرت در دهن گیرد

دلم خون شد که با گل نیستش الفت اگر مظهر — چرا صیاد در بلبل سر راه چمن گیرد

۴۴

نومیدی از مطالب کلفت‌فزای من شد | هر کار بسته آخر مشکل‌گشای من شد
گفتم روم ز کویش گردید ضعف مانع | لغزیده بود پایم پیری عصای من شد
چون سایه گر دو گام نصف‌النهار افتد | از شوق در ره او سر فرش پای من شد
تا چند باشد آخر مصر از عزیز خالی | امروز تربت مجنون دولتسرای من شد
فرجونم افزود از فیض سایهٔ گل | هر شاخ در بهاران بال همای من شد
چون نشتر رگم کرد تب را در اشتعال آرد | گر آب بی تو خوردم آتش برای من شد

آیینه سان ز صورت بردم سراغ معنی
مظهر بجانب حق بت رهنمای من شد

قبله کز برای جان باشد | طاق ابروی دلبران باشد
عشقبازان مرید خوبانند | پیر این قوم نوجوان باشد
عاشق آن به که چون حباب تو | همه تن چشم خون‌فشان باشد
دل غلط میکند که میداند | دلدهی کار دلستان باشد
تو ئی آن گل که بلبلان ترا | رگ گل خار آشیان باشد
به فنت [illegible] دو خانهٔ زنجیر | گر نه پای تو در میان باشد
مظهر از تست بود و نسبت حیوان | زنده باشی تو تا جهان باشد

۴۵

[illegible]

نشاء باغِ حسن را شاداب و خرم میکند
می بگلبرگِ لب او کارِ شبنم میکند

داغِ ما را آسمان کی فکرِ مرهم میکند
زانکه زخمِ گل پر از الماسِ شبنم میکند

می طپید چندانکه می سازد ز عشقم بید باغ
دل بهشتِ درد را برزخ جهنم میکند

عمر پیش افگند آخر یار بعد از کشتنم
گردنِ بختِ جفا از روی فا خم میکند

کشتهٔ مشکل کشائیهای بیداد توام
کارِ صد بیچاره شمشیرت بیکدم میکند

میدهد در یک نفس بلبل بسیلِ رنگِ گل
مشتِ خاشاکی که در سالی فراهم میکند

سایهٔ جور و جفا از فرقِ مظهر برگیر
ابر تیغ این خاک را شاداب و خرم میکند

نی همین تنها ز ما غم کامرانی میکند
درد هم از پهلوی ما زندگانی میکند

گر در نگین تر خطِ سبزِ تو رخسارِ ترا
گلشنِ تصویر را مو باغبانی میکند

بسکه این نازک نهالان ناتوانم کرده اند
بر تنِ زارم سبکروحی گرانی میکند

دست هرگز بر نمیدارد ز من ای مرحبا
گاه بیش از طاقتِ خود ناتوانی میکند

نیست خاکِ بیکسان منت کشِ شمع و چراغ
خار بر گورِ غریبان گل فشانی میکند

چون بهم آیند حالِ صادق و فهم رسا
کارِ صد کام و زبان یک بیزبانی میکند

منکه شیخِ فانیم مظهر چرا در بزمِ من
عشقِ این عنلجوانان پهلوانی میکند

دوای دردِ دیرینم مکن کی دور میگردد
محبت چون کهن شد داغِ او ناسور میگردد

ز بس تاراج کردی ملکِ دل ها در نمی آید
که این ویرانه گاهی بعد ازین معمور میگردد

مپرس از دردِ بیدرمانِ عاشق کو تپی دارد
اگر عیسی به بالینش رود رنجور میگردد

دلِ او را به رحم آورد آخر نالهٔ زارم
بلی اعجازِ عشق است اینکه زاری زور میگردد

ز عشقِ آن دهن خلقی بفریاد است حیرانم
چرا لبهای شیرین ها به این شور میگردد

بزورِ کوه کندن همسرِ فرهاد نتوان شد
ز اربابِ هنر از صد یکی مشهور میگردد

بر اهلِ استقامت فیض نازل میشود مظهر
نمیدانی تجلی گردِ کوهِ طور میگردد

یار مجروح مرا دیده دوان می آید
همچو آن طفل که تیرش به نشان می آید

حرفِ قطعِ منش اکثر بزبان می آید
بوی ناخوش چو جراحت ز دهان می آید

من بگردِ سرِ او گردم و آن سرو بمن
می شود تند که تیغش بفسان می آید

از رخِ پر عرقت گریه بشور آمده است
آب بر آب چو افتد بفغان می آید

بر لبش من زدن انگشت که در حرف زدن
غنچه سان خونِ دلِ من بزبان می آید

مظهر از تیغِ نگاهش مددی میخواهم
که ز جان کندنِ من مرگ بجان می آید

۴۷

جوشش ز مستی چشم دلبران میخانه شد — مشت خاکِ می‌پرستان چرخ زد پیمانه شد

اشکِ تمکینی بخاک افتاد و گل صورت گرفت — بال و پر وا کرد آهی بلبلِ دیوانه شد

شعلهٔ حسنی علم زد شمع گرم جلوه گشت — شوقِ بی‌طاقت بوجد آمد پر پروانه شد

جست از داغی شراری چند انجم نقش بست — گرد از نم دودی ز دل چرخِ وفا بیگانه شد

دل ز تاب جلوه گردید آب دریا موج زد — اشک از حسرت بمژگان شد گره دردانه شد

مظهر خوش گوی‌ها ز آغاز و انجامش مپرس — گشت از خواب عدم بیدار و باز افسانه شد

۴۸

کنم چون گریه سرآن موکمر خنجر برون آرد — چو آن موری که در هنگام باران پر برون آرد

برنگِ غنچه کز اندک نسیمی باز میگردد — اگر حرفی بر آید دل دفتر برون آرد

ندانم عشقِ دندان که یارب دیدهٔ شبنم شد — که سیل گریه ام در جای گوهر برون آرد

بود پر جوشش نما چون کشته تیرش ز بهلویم — چو شاخ گل که از دیوارِ گلشن سر برون آرد

ست گردم چو نرگس در خیالِ چشم مخمورت — بجای اشک هر مژگان مِن ساغر برون آرد

تلف گر میکند حرفِ تمنای تو ام مظهر — چو گل گر جیب او را پاره سازی زر برون آرد

عشق چون تیغ کشد بادهٔ سری نگذارد — شعله چون گشت علم خشک و تری نگذارد

دشمن دوست شدن لازم حسن افتادست	شمع خواہد کہ ز پروانہ پری نگذارد
ابر رحمت کہ دریغش ز ترشح تنگ ست	چشم دارم کہ ز دوزخ شرری نگذارد
از رہ میکدہ ہا میگذری ترسم شیخ	خشکئ زہد تو دامان تری نگذارد
عشق تر دست بہ بیداد چو بافشارد	خالی از چشمۂ خون رہگذری نگذارد

زندگانی بامید ست و گرنہ مظہر
یاس بیداد ز عاشق اثری نگذارد

سینہ وا کردہ بگلشن چو خرامان گذرد	بلبل از گل گذرد گل ز گریبان گذرد
اگر از تسکین غبارم نرود غیر از اشک	کیست جز سیل کہ بر گور غریبان گذرد
حال چشمم چہ زکویت گذرم ہیچ مپرس	ابر از قبلہ چو آید ہمہ گریان گذرد
شاید امروز نشان دگرت منظورست	کز دلم تیر نگاہ تو پریشان گذرد
دل صد پارہ بود با خون گرمی آب	تپ کند طفل چو بر گنج شہیدان گذرد

واگذارند بحالش اگر این جوش بگمان
مظہر ما نتواند کہ از ایشان گذرد

گو بہاری کہ خزان بی سر و سامان گردد	خار چون غنچۂ خونریز گل افشان گردد
از صفا در گرہ غنچہ درخشد زر گل	چون چراغی کہ ز فانوس درخشان گردد

بلبلان را چو کلاغی که برآرد پر نو	درد دل از بن هر موی پر افشان گردد
منت طوق کسی را متحمل نشوم	بیکسی گرد سر گور غریبان گردد
همچو طفلی که ز گل گیری او میرد شمع	ترسم از کشتن من آن شوخ پشیمان گردد
خبر گل مرسانید بمرغان قفس	عید عاشور دگر بهر اسیران گردد

تیغ چون بر سرم آن شوخ ستمگار کشید	دید تسلیم مرا خجلت بسیار کشید
نیست معلوم فلک را چه فلاکت دریافت	گر چو یوسف گهر پاک ببازار کشید
حسن جنسی است که عرضش بعزیزان آمد است	یوسف این رنج ز پهلوی خریدار کشید
شب به بزم تو کشیدند حریفان می وصل	دل ما بود که تا صبحدم آزار کشید
چه قدر در دلش از جانب من بود غبار	که میان من و یار آینه دیوار کشید

هیچ فردی نکشیدست ز بیدردی درد
آنچه از رنگ دوا مظهر بیمار کشید

بی تو خنجر ز برگ برگ گلستانم میزند	تیغ بر پهلوی دل آب و اهم نیشتر
بخت آنم کو که تیرش میل پهلویم کند	آن هما منقاری که بر استخوانم میزند
پیش از آن می بیند بیکسی بلبل دیوانه را	بی نوای گل طعن بی برگی خزانم میزند

ک قوله منت طوق ... یعنی مرا تحمل منت هیچ کس نیست ... بعضی بجای برای ... [illegible] ۱۲

عه قوله عید عاشور دگر ... [illegible] ۱۲

۵۰

آنچه فهمیدم گناهِ باغبانِ بیچاره نیست
پای طاقت از میان تا رفت بیدادِ خزان

رنگِ گل آتش بجانِ آشیانم میزند
دستِ دهر دم بجانِ ناتوانم میزند

التفاتِ دوست مظهر دشمن آسایش است
گرمجوشیهای او آتش بجانم میزند

جهانی گرچه در سر شورِ سودائی ترا دارد
طپش آخر بسمل مینماید آهِ تسکین را
شگافِ ناخنها بینشان سُبحه می‌باشد
درینجا مینماید آنچه در جائی نمی‌بینیم
بکامِ دل هایِ گلعذاران جبهه می‌ساید

دلم با بیت عشقت اول عیب وفا دارد
دلم از بیقرارِ بیهای خود امید دارد
دلِ مجروح میدانم که راهی با خدا دارد
یقینم شد که این سرکوچه خاکِ تو تیا دارد
چه بختِ سبز و روی سرخ یارب این حنا دارد

من از رنگین اداییهای شعارش نگاه بوم
که مظهر سن بار عنا جوانی میرزا دارد

با خریدارِ جفائیم و فا میدانند
بی حجابت گر آیینه نظر یافته است
بکارم فتاد با آن طفل که از بیخبری
گرد در سجده عشقم بغرور کی که برس

بندهٔ عشقِ بتانیم خدا میدانند
قدرِ نظارهٔ ما صدق و صفا میدانند
پای رنگین کند از خون و حنا میدانند
لذتِ آن سرِ من پا سرِ پا میدانند

۵۱

میکشد تنگ ببر آن قدر نوخواسته را
لذت عالم آغوش قبا میداند

مذهب عقل جدا مشرب عشاق جداست
درد را مظهر دیوانه دوا میداند

۵۲

دل جنون زده جز گلخن نمیخواهد
چمن نمی طلبد گلستان نمی خواهد

محبت بصفا اگر چه حاجت نیست
که پاکی نظر آب روان نمیخواهد

دهم بباد براهت غبار خود لیکن
عروج این کف خاک آسمان نمیخواهد

بگیر دستم و از خاک ای اجل بردار
که زیستن دل این ناتوان نمیخواهد

سپرده ایم بعشقت دل جگرداری
که گر بهجر بسیاری امان نمیخواهد

گره بسته است دهان خموشیت مظهر
بیان حال دل آه و فغان نمیخواهد

چشم هرگاه که بر روی تو وا میگردد
دست فریاد مراد دست دعا میگردد

سرد و سیر دل افسرده ما خوش جاست
که در وارگی گرم هوا میگردد

پاکی طینت عشاق چه گویم که جفا
چون گذر بر دل شان کرد وفا میگردد

عاشقی را نتواند چو بمعشوق رساند
آسمان اینهمه بی صرفه چرا میگردد

میکند خدمت ما گر همه دشمن باشد
سیل جاروب کش خانه ما میگردد

آہ مظہر کو بجائی گر پی جستن تو
مر جدا مہر جدا چرخ جدا میگردد

کجا صفہای مژگان در درونِ دیدہ جا باشد
باین تقریب بیسیم آن کف پای نگارین را
بپای ہر یکی در بزم گلدیان سر غلطم
نہ چون دوست با من چون پی چشم پای بگذار
خدا از تہمت راحت پرستیہا نگہدارد

تہی از بوریا ہم خانہ اہل صفا باشد
مرا ای کاش در جائی زبان برگ حنا باشد
کہ در یا بم کہ این سایہ گل خوش ہوا باشد
سرت گردم ہمان بہتر کہ دشمن زیر پا باشد
خوشا مردی کہ در دیار طبعش را دوا باشد

توانند نالہ کردن باین خوبی و موزونی
چو مظہر ہر کہ با دیوانگیہا میرزا باشد

نگاہ مست تو آن را کہ مستفید کند
تمام دامنت آلودہ شد ز اشک رقیب
ازان بدیدہ پر آب خفتہ ام در خاک
چو آفتاب نجاتم دہد گر از شب ہجر
فدای ہمت آن قاتلم کہ بعد از مرگ
اگر امید وفا از تو در دلم باشد

ہزار پیر خرابات را مرید کند
کہ تر چو گشت سگی عالمی پلید کند
کہ گریہ روی سیاہ مرا سفید کند
چو صبح پیر غلامی کہ زر خرید کند
بنعش من دو سہ زخم دگر مزید کند
خدا مرا ز در یاس نا امید کند

تو قدرِ ولیِ نعم این و آن که پردازد — بجای جان که تو باشی بجان که پردازد

هوای سایهٔ گل خوش به بلبل آمده است — دگر بخار و خسِ آشیان که پردازد

زناز نیست ترا فرصت سر از نیاز — کنون بحالِ دلِ ناتوان که پردازد

زگریه آبِ رخِ ناله گر بیفزایم — بپاسِ حرمتِ این دودمان که پردازد

اگر نه پای نهد خنجرت بسینهٔ ریش — بآبیاریِ این گلستان که پردازد

جنون گرش نه بدره بخانهٔ زنجیر
بحالِ مظهرِ بی خانمان که پردازد

نسیمِ کویِ رعنایان مرا بیکار میسازد — زبس نازک دماغم بوی گل بیماری سازد

سرِ پای گران من اید در خرامیدن — هزاران فتنهٔ خوابیده را بیدار میسازد

بهجران با امیدِ وصل مردن خوش نمی آید — تمنا کارِ آسانِ مرا دشوار می سازد

چه باک از تنگیِ گورست بیتابِ محبت را — که جا را عشق زور آور طپیدن وا میسازد

مرا بیگانگی از خلق با حق آشنا کردست — بطبعِ من بکس کم ساختن بسیار میسازد

نیاید کاری از من تا نگیرم جامِ می مظهر
همین مستی و بیهوشی مرا هشیار میسازد

چو کم سالی بهم سالی نگلشن شاد می آید — مرا بی اختیار ایامِ طفلی یاد می آید

کجا اصلاحِ خونِ عاشق از فصاد می آید — علاجِ سرگرانیهاش از جلاد می آید

ورقه ... ولی ... یعنی
بر ... در دون جان ... منزل
تو باشی بجان ... آن کی
التفات و آن که ...
... اگر جنون ...
... مظهر
... دیگری
... بحال ...
۵۴
... عاشق ...
... طپیدن
عاشق ... میسازد
... میسازد
... ترس
... جان
... می آید

دماغش ننگ گفتا خونِ عاشق آنمیر بند
قفس کے سندِ او وحشت ہا می تواند شد
چو آن طفلے کہ جنباند سرِ زنجیرِ مجنونی

اما خندۂ او از جلال آبادی می آید
ولیکن رحم بر تنہائیِ صیاد می آید
مرا از دستِ او ہر عضو در فریاد می آید

کسی از تیشہ مظہر چنینہ بر سر کی تواند زد
قیامت میرزا اینہاست کز فرہاد می آید

دست و پا رنگین تر از امشاطہ بیجا میکند
با کمالِ خود غرورشیہا گرفتارِ خود است
تا گمانِ عشق بود وش از جفا اندیشہ داشت
خطِ او از پہلوی رخسار شور افگندہ است
برفِ بارانی کہ می آید ز بالا بر زمین
از ہمہ قطعِ نظر کن تا ببینی روی دوست

ای سرت گردم حنا ہنگامہ برپا میکند
میکند آرایشِ خویش و تماشا میکند
چون یقین شد ہر چہ خواہد بی محابا میکند
طوطیِ خاموش را آئینہ گویا میکند
آسمان از غصہ تف بر روی دنیا میکند
چشم بستن از جہان چشم دگر وا میکند

آہ مظہر چون توان از عمر محبت انہفت
حسنِ شہرت عشق رسوائی تقاضا میکند

دلِ دیوانہ از کوی بتان عزمِ سفر دارد
رقیب از من گرانیہای جیب بر سر دارد

بجای توشہ میخواہد از اینہا دست بردارد
خدا این سنگ را از پیش پایم زود بردارد

۵۵

(حواشی:) قولہ خندۂ او [illegible] چون خون [illegible] … جلال [illegible] … ایراد [illegible] … کہ تعجب [illegible] … ۵۵ قولہ [illegible] … یعنی خط بسبب [illegible] … زیادہ تر [illegible] … قولہ دل دیوانہ [illegible] … دست بردار [illegible]

ز روی پاکِ عرقیش این قدر گردید معلوم | که شبنم را ز روی برگِ گل خورشید بردارد
دلم خون شد که دامانِ تو در دستم نمی آید | قبایت ابر و از رنگِ گل از بو آستر دارد

کنون در جای پیچِ مرقع سنگ می خندد
بطفلان مظهرِ ما چون محبت بیشتر دارد

چو گل شگفتگیم سینه خون شدن باشد | چو شمع زندگیم عینِ سوختن باشد
بر بختِ تیره ز لعلت چه فیضِ سوادم | که هند مسکن و تنخواه بر یمین باشد
خدا سمیع و بصیرست کی تواند دید | که من نباشم و کس با تو در سخن باشد
اگرچه طاقتِ یک گردشِ نگاهم نیست | خدا کند همه نازش بجانِ من باشد

شنیده ام تو میگفت دوش بنجوی
که خوب نیست که مظهر درین انجمن باشد

یاد روزی که دلم بندهٔ دیوارِ تو بود | چشمِ بیمارِ تو و زلفِ گرفتارِ تو بود
رحم بر حالِ دلم کردی و من داغ شدم | کاین دلی بود که شایستهٔ آزارِ تو بود
شمع سان جای بهر بزم از آنم دادند | که سرم داغِ بعشقِ گلِ دستارِ تو بود
نیست یوسفِ مصری تو ولیکن یعقوب | تا بنورِ بصرِ خویش خریدارِ تو بود
نعشِ مظهر چو بکویت گذرد چشم مپوش | آخر این مرده همانست که بیمارِ تو بود

۵٦

یادِ ایامی که در شورِ جنون تاثیر بود
آفتابی چون سحر ما را گریبان گیر بود

یاد در بند و بستِ عشقِ من که در مهرِ جنون
رشکِ بازارِ جواهر کوچهٔ زنجیر بود

هیچکس بر جامهٔ زیبانِ قتلِ من ثابت نکرد
گرچه خونم چون سجافِ سرخ دامنگیر بود

میتوان انصاف کرد آخر گناهِ اول چی کیست
در هلاکِ کوهکن پرویز بی تقصیر بود

عاقبت از بهرِ تکمیلِ کمالِ جذبِ عشق
شد مریدِ نوجوانی گرچه مظهر پیر بود

مرا کشته است و باز این مرگ با من سرگران دارد
ترا با نعشِ من حجت پی دیگر گفت این مرده جان دارد

با این شعر می زن ای نخلِ بهار آتش درین گلشن
که مرغی بیچاره بالی غریبی آشیان دارد

نیفتد کار یارب با زبردستان ضعیفان را
دلم سوزد بران پیری که عشقِ نوجوان دارد

نگی از بیخودیهای جرس در ناله دانستم
که ره گم کردهٔ سر در پی این کاروان دارد

بشور آورد مظهر نغمهٔ آن بلبلِ قدسم
که از آه و حزینِ او دلِ آهن فغان دارد

امیدِ قتلِ دلم را باضطراب رساند
که این نوید باین خانمان خراب رساند

نه ذهنمت زچه نور آفریده است خدا
که سایهٔ نسبِ خود بآفتاب رساند

از آن بدیدنِ رویِ نقاب بردارم
که دستِ خجلتِ رخ یار بی حجاب رساند

۵۷

۵۰

دل برشته ام از فرط گریه رفت ز کار	چو لعل آتش من رخت خود به آب رساند

ز داغهای سراپای خود خوشم مظهر
که جزو جزو مرا غم به انتخاب رساند

من از پا گر در آیم هیچکس دستم نمیگیرد	بمرگ من کسی جز بیکسی دستم نمیگیرد
گرفتارم اسیری را که بگریزد ز آزادی	من و داغی که از غیرت بجز مرهم نمیگیرد
ز ضعف و ناتوانیها کم از برگ حنا گشتم	که دست و پای قاتل رنگ از خونم نمیگیرد
علو رتبه ام در عالم بی رتبگی بنگر	که دستم را ز عار از پا فتادن هم نمیگیرد

ز شرم آنکه پیش تشنه کامان تر شود مظهر
بلب جانش گر آید نام جام جم نمیگیرد

نقل دشنام بدریوزگی دیوانه دهند	چون بهم نوش لبان ساغر و پیمانه دهند
سر پای خم می باز نگیرم چون درد	گر کف خاک مرا راه بمیخانه دهند
میرد از شادی و صرف کفن خویش کند	داغ شمع اگر در کف پروانه دهند
همه نم زود بپای گره خاک بآب	گر مرا رخصت یک گریه مستانه دهند

سخت از خانهٔ زنجیر بتنگم مظهر
دوستان کاش مرا رخصت ویرانه دهند

مکش بهرِ خدا گو بر تو خونِ او بحل باشد
چراغِ خانهٔ مهر و محبت اگر دل باشد

وفای بجیا بم آرزو دارد جفاکا ی
که چون رحمِ خدا بیرحمیِ او متصل باشد

هلاکِ همتِ آن زخمِ کاری خورده عشقم
دهد جان و هنوز از مزدِ قاتل منفعل باشد

پسندِ خاطرِ مردانه نا مردرو آشنامان
می بینا شکن با دلبرِ پیمان گسل باشد

اگر مظهر باین همت خضر آبِ بقا خواهد
زننگِ زندگانی تا دمِ مردن خجل باشد

۵۹

زیکسو بوی گل و زیکطرف پیغامِ یار آمد
من آن دیوانه ام کز هر دو سوی من بهار آمد

ز بیدادِ خزان و رحالتی دیدم گلستان را
که چون ابرِ بهارم گریهٔ بی اختیار آمد

ز محرومی چو مردم بر سرِ خاکم گذر کردی
مرا نا سازیِ طالع قیامت سازگار آمد

باندک روزگاری نامِ مجنون زنده میسازم
باین شهرهٔ غزالانم اگر صحبت بکار آمد

ز بعدِ کشتنم مظهر فتاد از چشمِ یار اشکی
چو من بگذشتم نهالِ آرزوی من ببار آمد

دو چشم بباغ سروِ روانی بهم رسید
از بهرِ جسم غمزهٔ جانی بهم رسید

در سینه ام که تیرِ تو پیکان بجا گذاشت
گویا برای شکر زبانی بهم رسید

هر زخم بر سرم ببسر پا زدی بناز
از بهر پای بوس دهانی بهم رسید

[illegible]

آن خود فروشِ آینه تا دید محو شد | کز بهرِ عرضِ جنس دکانی بهم رسید

مظهر همه بخوابِ عدم بوده ایم غرق
تا چشم وا کنیم جهانی بهم رسید

بجز من گردِ سر گردیدنِ خوبان کسی میداند | بغیر از بنده آدابِ خداوندان که میداند
شناسد چشمِ مستِ یار قدرِ گریهٔ ما را | بغیر از میکشان کیفیتِ باران که میداند
برون هرگز نمی آیند خوبان از دلِ تنگم | بجز از خیلِ یوسف قدرِ این زندان که میداند
هزاران جا کبابِ سینه دریک لحظه میسوزد | هنرهائی که دارند سوزنِ مژگان که میداند

٦٠

ز خطِ پشتِ لب گیرم سراغِ آن دهن مظهر
که غیر از خضر راهِ چشمهٔ حیوان که میداند

صفائی جامه اش مشاطهٔ حسنِ دگر باشد | که چینِ دامنِ او شانهٔ موی کمر باشد
تو ای صبحِ قیامت جامه میپوشی و میترسم | خدا حافظ کتانی را که ماهش آستر باشد
نباشد کار بادستار مستانِ محبت را | لباسِ پنبهٔ مینا کلاه مغزِ سر باشد
ازینجا میتوان بالابلندیهاش فهمیدن | مرا تا گردن آبِ تیغ او را تا کمر باشد

صدای لعلِ گلگونت اگر بشنود مظهر
جهد بیرون اگر در قیدِ آهن چون شرر باشد

داغ از غم ست لاله که برگ حنا نشد	خون گشت لعل از آنکه ترا سنگ پا نشد
درویش را ز نعمت دنیا نصیب نیست	هرگز شکر بکام نی بوریا نشد
هرگز نمیرود ز جبین داغ بندگی	بر بام عرش سفت رسول خدا نشد
او سوی هر که دید جراحت بمن رسید	گاه از دلم خدنگ نگاهش خطا نشد

مظهر ز فقر ظرف کمالی بهم رساند
بیگانه شد ز خلق و ز حق آشنا نشد

گرچه آمد آمد گل باغ با غم میکشد	لیک دل از شور شیون بیدماغم میکند
از سپیدی بر سواد او نمک پاشیده اند	کیمیا بهای داغ لاله داغم میکند
در تلاش گوشه امنی ازین آشوبگاه	آنچنان رفتم که عنقا هم سراغم میکند
منکه همراهی مرغ چمن ننگ منست	دهر همداستان هر زاغ و کلاغم میکند

شعله ادراک من مظهر زمی روشن شود
آب چون یاقوت روغن در چراغم میکند

از آن شاهم هوای کوی آن گل پیرهن دارد	کرانش آب حیوان بسیار با خاک چمن دارد
همان دستم که با دامان خوبان در غریبستان	کنون در گور شوخی با گریبان کفن دارد
غبار جسم را جان مصفا بر نمی تابد	حباب از صافی مشرب نفس در پیرهن دارد

دهانی را که تقدیرش با تنگی شسته | برابر میکنی با غنچه کو بوی دهن دارد

سفر کی میکند از کوی خوبان ناتوان مظهر
که چون نقش قدم هر جا که بنشیند وطن دارد

خوش قدان خاک ره رفتار نازم کرده اند | پایمال گرد دامان درازم کرده اند
بی نشان بت بجز ابی نیارم سر فرود | نقش پای دلبران مهر نمازم کرده اند
متصل دودم ز سر وز دیده اشکم میرود | شمع سان خلق از پی سوز و گدازم کرده اند
نشأه معنی ست در صورت پرستیهای من | از حقیقت باده در جام مجازم کرده اند

همچو آن گردی که میگردد ز رفتنها بلند
خوش خرامان مظهر از پا سرفرازم کرده اند

وگر چه گونه مرا مردن آرزو نشود | گر آب تیغ کریم بی تو در گلو نشود
حرام باد بر او دعوی نزاکت مسیح | کسی که در غم موی کمر دو مو نشود
شراب تلخ محبت بکام اوست حرام | کسی که عاشق خوبان تند خو نشود

اگر چه دشمن جان من است اجل مظهر
خدا کند بغم یار رد برو نشود

رفتی ز بسکه تند فغان را خبر نشد | چون تیر روی باد دمم کارگر نشد

۶۲

آن بکسیم کہ گشتہ شدم بیگناہ وگاہ
بلبل بچار و دجہ کنند کاندرین چمن

تا نام من آشنا بلب نوحہ گر نشد
نشگفت غنچہ کز بگلچین خبر نشد

مظہر ز ہجر یار ز بس بیدماغ بود
جان رفت و اتفاق وداعِ سفر نشد

بکنجِ باغ ز بیدادِ ظالمانی چند
مراز جنبشِ ریگِ روان یقین گردید

توان ز سرخیِ آن چشم سرمہ سا دریافت

فتادہ اندر پری چند و آشیانی چند
سپردہ اند درین خاک نیم جانی چند

کہ گشتہ اند درین گوشہ بیزبانی چند

مپرس باعثِ ضعفِ قوای مظہر را
گرشتہ پیر ز بیدادِ نوجوانی چند

دلم ز لذتِ بیدادِ عشق سیر مباد
ہوای قصر اگر درست خسرو را

ز باغ تا درِ صیاد این صداست بلند

چو مرگ در محبت روا بذیر مباد
خراب تیشہ الٓہی بجوی شیر مباد

کہ ہیچ مرغِ چمن فصلِ گل اسیر مباد

فلک معاملہ اش بیچون بمظہر گفت
کسی بخونِ کسی این ہمہ دلیر مباد

آنچہ گویند کہ جای ز وفتی ساختہ اند

جان جز در محبت بلا ساختہ اند

٦٣

کارسازان ازل نیستی و هستی را — باهم آمیخته او را دهنی ساخته اند

ماهمه بندهٔ مشیتیم ولی اهل تمیز — کعبه و شیخ و بت و برهمنی ساخته اند

هست مشهور که من شاعر خوش گفتارم
مظهر این اصل ندارد سخنی ساخته اند

با دل دشمن یک زندان اسیرم کرده اند — بی گنهگارم که هم زنجیر شیرم کرده اند

بندهٔ تدبیر خوبانم که از افراط ظلم — از دو عالم سیر و بر هجران دلیرم کرده اند

این بتان خون ناحق ریز چون دزد حنا — بی وقوع جرمی از من دستگیرم کرده اند

اینکه مظهر نکنیس گریه یا شبنم یاد نیست
از نم مژگان چو ابر تر خمیرم کرده اند

چرا ز چشم تو حال دلم تباه شود — بران مباش که روز کسی سیاه شود

بار تیغ گر کشتهٔ تو همچو منی ست — چه ممکن است که در حشر دادخواه شود

بدامنت نرسد دست من ز شوکت حسن — هزار بار تنم گر غبار راه شود

ز شان ظلم چه کم میشود که مظهر نیز
هلاک تیر نگهای گاه گاه شود

موصوف ۱۲

باغبان بیرحم و من در دام و فصل گل رسید — الوداع ای همصفیران مرگ این بلبل رسید

۶۴

شب بخواب آن زلف و عارض دیده ام پیش از سحر		تا بجبینم گل رسید و تا کمر سنبل رسید
این بلاها ی سیه آیا کی از سر وا کنم		زلف می پیچید با من از قفا کاکل رسید

بی سند مظهر نباشد هیچ فن ساعت سبا
نالهٔ موزون کسو نم از بلبل آمل رسید

سوز دل از بیرهن مو یم نمایان کرده اند		این ستم کیشان ز سر مو چراغان کرده اند
تا صبح امشب دیده ام خوابی که از اعجاز حسن		رو سفیدم روز حشر این مو سیاهان کرده اند
تشنه مردن بو شخصیکه سیر از زندگیست		از جفایم کشته اند اما چه احسان کرده اند

ایضاً

چشم تر سیرابی رخسار خوبان میکند		ابر با این گلزمینها گلستان میکند
نی بگل با و صبا کردستی باز خم آب		آن جفا های که دستم بر گریبان میکند
گرد بادی نیست اینجا بلکه تا امروز دشت		موی خود در ماتم مجنون پریشان میکند
آن گذشته هیچ حق محبت ادا نکرد	ایضاً	که بهر دست و بازوی قاتل دعا نکرد
داغم ز ننگ فرصتی دل که چون سپند		عمرش برای نالهٔ دیگر وفا نکرد
از اشک گرم و از دم سرد آفریده اند	ایضاً	مارا برای خاطر درد آفریده اند
خون بزیت بجاست که سر معقد ترا		چون نیزه از برای نبرد آفریده اند

۶۵

ایضاً

یاد روزی که دلم معتکف کوی تو بود … مژه جاروب کش کعبهٔ ابروی تو بود

شب نمودند بمن نامهٔ اعمال مرا … صبح دیدم که بهم تر گیسوی تو بود

دیگر

بساط خرمی هرگاه چشم چیده میآید … چو شبنم بر روی گلرنگی هر جا دیده میگرید

ز آه آتشین من دل سنگ آب میگردد … بمژگان ترم شوخی که میخندید میگرید

دیگر

یاد آن قرب که مژگان خجل جای تو بود … دیده پامال تو و سینه لگدکوب تو بود

دیگر

بچه ناز گردبادی ز غبار ما بیاید … اگر آن در از دامن بمزار ما بیاید

دیگر

از ما ادب از وضع تو جرأت مزه دارد … سیر گل رعنای محبت مزه دارد

٦٦

دیگر

شفیعم روز حشر این دیدهٔ نمناک میگردد … ازین آب و ان آخر حسابم پاک میگردد

دیگر

شب ندانم که بفرق سر پایی زده است … کز گل زخم سرم بوی حنا می‌آید

دیگر

تا مرا عاشق آن سرو خرامان کردند … از غبارم علم حشر نمایان کردند

دیگر

جز تو بر دیدهٔ ما کس نگذارد قدمی … شهره دارد که درین خانه پری میباشد

دیگر

میشوم داغ چو چینم بر دوش لبت که حیف … در چنین قالب نازک دل سنگین باشد

دیگر

دماغ عشق نازک تر ز حسن است … ترا زنگ و مرا بو آنقدر بدیند

دیگر

نو بهار آمد مرا زنجیر در گلشن کنید … دوستان امسال تدبیرم بطور دیگر کنید

دیگر

یک شبم نگذاشت کاین دل داد و بیدادی نکرد … زیر دیواری کسی ننشست و فریادی نکرد

دیگر

چشم شوخ او چو آزارِ دلِ زار کند — فتنه را از سرِ پای مژه بیدار کند

ایضاً

زنده جاجا کی سازد جامه اندازِ حسنِ او — چو آن صهبای خونریزی که در مینا نگنجد

ایضاً

کی ز وی کس بسر کشی بیارِ من رسد — زاری مگر بدادِ دلِ زارِ من رسد

ردیفِ رای مهمله

بله

شورِ باران بر نمی تابد سرِ مخمورِ من — پنبه بردار از سرِ مینا و در گوشم گذار

ایضاً

دلِ غمگینِ مرا باز هدف کرد آخر — حاصلِ عمرِ مرا آه تلف کرد آخر

اشکِ طوفانیِ من چشمِ مرا کرد سفید — آن قدر جوش زد این بحر که کف کرد آخر

مژه برهم زدنم سدِّ رهِ اشک نشد — این دلا ور گذر از قلب دو صف کرد آخر

مقطعِ این غزل افتاد چو مشکل مظهر — هر دو قافیه ام شاهِ نجف کرد آخر

ردیفِ زای معجمه

بر نماز و روزه و بر سوز و سازِ خود مناز — یا ربی پر وحشت هرگز بر نیازِ خود مناز

گردبادِ خاکِ ما هم خالی از اندازه نیست — این همه بر دورِ دامانِ درازِ خود مناز

شعله از پهلوی خس این سرکشیها میکند — ای بد آموزِ نیاز با نازِ خود مناز

روز و شب از چشمِ ما دریای آتش میرود — این قدر ای شمع بر سوز و گدازِ خود مناز

له

یعنی شور باران

٦٧

انفعالِ جرم بهتر از غرورِ طاعت است
مظهرا ای دور از حقیقت بر نمازِ خود مناز

شد خطِ او سبز دارد در تبسمها هنوز
می چکد مانندِ طوطی خون از آن لبها هنوز

توبه خود کردم ولی فرقِ شرابم در سرست
از نگه بوسم دهان ساغر و مینا هنوز

در چمن یک صبح دم بندِ قبا وا کرده
میدرد بر باد دهر سالی گریبانها هنوز

در امیدِ وعدهٔ دیدار از بس مرده ام
بوی جان می آید از خاکِ مزارها هنوز

ناله موزون میکند عمریست ما پیشِ یار
نیست مظهر از شمارِ شاعران گویا هنوز

۶۸

خط دمید و رخت آشوبِ جهانست هنوز
تنت ای رشکِ پری آفتِ جانست هنوز

رست و بازوی تو بالیده ولی نازکتر
پشتِ پای تو ز ردی دگرانست هنوز

نرگس از تربتِ من رسته و خوبان گویند
خاک گردیده و چشمش نگرانست هنوز

مظهرِ بی سر و پا داغِ دلِ گرمِ توایم
پیر گردیدی و عشقِ تو جوانست هنوز

گو نشد ای بلبلان باغِ عمرِ من دراز
باد یارب سایهٔ دیوارِ این گلشن دراز

میدمد از یک خرامِ ناز خاکِ من بباد
آن قدرها کرده اند این خوشقدان دامن دراز

بهر استقبال آن لبهای نوشین میکند
وقت می خوردن صراحی متصل گردن دراز

عشق را گر رخصت شوخی نمودی حسن ناز
دست کی کردی زلیخا سوی پیراهن دراز

ردیف عین مهمله

تربیت با یکسان حاجت ندارد سوی شمع
بر نمی تابد دماغ نازک با بوی شمع

ردیف غین معجمه

چون برافروزی ز چشم ای عالم از دست تو داغ
میگریزد سرمه از چشم تو چون دود چراغ

وای بر عشقی که باشد ناقبول هر طرف
کوهکن ناخوش خبر مرفت شیرین بیدماغ

ردیف لام

دین ما دیدن و هیهات که دیدن مشکل
نه رسیدن به بتان کفر و رسیدن مشکل

تاب بیتابی عشاق نداری افسوس
مشکل افتاد دگر جامه دریدن مشکل

ردیف میم

میکند بیداد با ما من ادای خویش کنم
از میان جور با طرز جفای خویش کنم

همه سر راه افتم و هر لحظه برخیزم چو گرد
گز برای سودن پشت پای خویش کنم

چشم چون نقش قدم وا کرده منشینم براه
تا ز خاک پای خوبان توتیای خویش کنم

آن هنر پیشهٔ فقرم که بوقتِ انتخاب
از نیستانِ دو عالم بوریای خوش کنم

می نشینم بر سرِ بازار در مصرِ خیال
تا ز یوسف طلعتان جنسِ ادای خوش کنم

در گلستان ها ز هر گلبن فروکش میکنم
کز برای دفعِ دلتنگی هوای خوش کنم

بر سرِ من قاتلان جمع اند و از جوشِ سرور
نیست آن فرصت که بهرِ خود بلای خوش کنم

تنگم از تدبیرهای دار الشفای درد کو
کز پیِ رنجوریِ مظهر دوای خوش کنم

٧٠

ز سودا لطف دیگر کرد پیدا طینتِ پاکم
مبارک شد چو گل امسال این پیراهنِ چاکم

نمیگردد حجابِ نورِ باطن طینتِ پاکم
ز فانوسِ سرم گردد نمایان شمعِ ادراکم

دو روزی پیش ازین میکردم آتش زیرِ دامن
کنون این شمع منت میگذارد بر سرِ خاکم

بزیرِ چرخ بد طالع تری چون من کجا باشد
که با آن گوشه گیری گشت و نه بست آخر بفتراکم

چو نرگس آن اگر از هر بنِ مویم قلم روید
کشند خطِ پیشِ آن چشمِ سخنگو طبعِ چالاکم

پس از دیری چراغِ خاندانِ عشق روشن شد
چو مجنون سرمهٔ چشمِ بیابان شد کفِ خاکم

بزمِ شمع رویانم مبر بهرِ خدا مظهر
که چون پروانه من در دادنِ جان سخت بیباکم

گر انتظارهٔ آن شوخ مقدور ست میدانم
ولی دل در تلاشِ وصل معذور ست میدانم

شود تا بعد قتلم حیله بهر دفع بدنامی / ترا زین آشتی چیزیکه منظور است میدانم

ز تلخیهای هجران گرچه دل از عشق تایب شد / هنوز از شورش سر از شیرین ملیحی شور است میدانم

بمن از دوریِ او مرگ نزدیکست میدانند / ولی نزدیک من بودن از غرور است میدانم

بمن ناصح ز ترک عشق میگوید نمیدانم / گر گوش من کر است بچشمم او کور است میدانم

مگو از ناز و استغنای آن جانان مظهر
بخوبیهای خود بسیار مغرور است میدانم

کنون پروا ندارم گر نگردد خوش خطی ام / کز ابر گریهٔ من سبز شد پشت لب بامم

چو آن جامی که خالی از میِ لطف سازند بیش / کنند خود را تهی و مهر گردن خاتم از نامم

چو فانوس خیالی گنبدم بر گور میگردد / زیارت میکنند از بسکه گردشهای ایامم

چه از نگین نگردد حرف من امروز کز طفلی / برنگ غنچه شیر از خون دل کردند در کامم

توان زخم دل من از رگ گل دوختن مظهر
که مجروح رنگ و بوی های این دیده و دو شناسم

عشق یوسف زار کرد از گلرخان کاشانه ام / ساخت از بازار مصر آباد تر ویرانه ام

بهر اندک وصل هجر دائمی کرد اختیار / داغ دارد تا قباحت فهمی پروانه ام

ناتوانیهای من بنگر که چون تار رباب / قد آهم تکیه دارد بر ستون خانه ام

بندۂ چاکِ گریبانم که از فیضش چو صبح
خنده بادا رو بریشِ آسمان دیوانه ام

سیرِ قسمت کن که چون زنجیرِ جوهر دار چرخ
صد هزاران مهر پنهان کرده در هر اندام

الیضا

بپالش سر نهادم گرد اند ازیکه من مردم
برویم پشتِ پای خوبان ازینکه من مردم

بحرفِ مهر احیای رقیبان کرد باقسمت
مسیحائی لبش بنمود اعجازیکه من مردم

بمن امروز ثابت شد پری در شیشه ملیا شد
بگوشم از درِ دل آمد آوازیکه من مردم

کند قالب تهی نی کز لبِ نائی جدا افتد
فلک دورم فگند از یارِ دمسازیکه من مردم

ز شوخیهای آن مژگان گیرا کارم آخر شد
خیال افشرد دل را چنگلِ بازیکه من مردم

۷۲

باز خواهم گاه از جور تو بنیاد کنم
زیرِ دیوارِ تو بنشینم و فریاد کنم

منم آن بلبلِ دل تنگ که در سینۂ من
جای آن نیست که یادِ گل و شمشاد کنم

می طپد در قفسِ سینه اگر آرام شود
مرغِ جان گرد تو گردانم و آزاد کنم

هر کجا می نگرم جوی روانی در کوه
سر بسنگی زنم و ماتمِ فرهاد کنم

گر سرِ رشتۂ تقدیر بیابم مظهر
عوضِ عشق عذابی دگر ایجاد کنم

گرچه من صیدِ ضعیفم مشتِ خون آورده ام
نذرِ صیادی پری بهر شگون آورده ام

واديِ مجنون بعهدِ من پرست از گرد باد / بعدِ عمری خاکِ او را بر جنون آورده ام

جوی شیر آوردن از کهسار چندان کار نیست / من ز کوهِ سینهٔ خود جویِ خون آورده ام

از چنین آزادیِ بی قیدِ زندان بهتر است / گل چو رفت از دام مشتِ پر برون آورده ام

منکه مظهر آب میشد زهره ام از نامِ هجر / تابِ این غمها ندانم که چون آورده ام

چسان ز جامهٔ خود دگر بدستی افشانم / که این غبار چو صحرا است جزوِ دامانم

مگیر نامِ جنون پیشِ من که خواهد رفت / ز راهِ چاکِ گریبان چو بویِ گل جانم

نهان چگونه کنم رازِ خود که همچو قلم / بجای اشک سخن میچکد ز مژگانم

بسانِ دستهٔ سنبل بعینِ جمعیت / بعشقِ زلفِ تو سر تا قدم پریشانم

بحسنِ خویش کند ناز عشقِ من مظهر / بآبِ مصر شستند خاکِ کنعانم

باشکوهِ فقر حسنِ با صفا را بنده ایم / گرچه شاهیم ای خداوندان شمار را بنده ایم

جلوه منظور است خال و خط ندارد اعتبار / خوشبر و دوشانِ چسپان جامه را بنده ایم

نامرادِ دل ته پای بتان آسوده است / طالعِ فرخندهٔ رنگِ حنا را بنده ایم

جز پرستش هیچ از عشقِ بتان مقصود نیست / ای هوسناکان دلِ بی مدعا را بنده ایم

سر فرو با کس نمی آریم در طرز سخن
خوش ادا ایهامی مظهر نظیرا بنده ایم

از دوا هرگز نخواهد رفت آزار دلم
دلدهی باشد علاج من که بیمار دلم

ناز پاشی گر کند بر عیش رنج من بجاست
باعث آرام خوبانست آزار دلم

میکند هر لحظه پیش خرد سالانم سبک
زین ادا‌ها آنچه من فهمیده ام بار دلم

در بلاها از برای خاطرم افتاده است
منفعل از دل خجل از دل گنهگار دلم

هر کجا بینی دل مظهر من باید رساند
گر به نقد جان بدست آید خریدار دلم

۷۴

از برای سجدهٔ عشق آستانی یافتم
سر زمینی بود منظور آسمانی یافتم

سرد مهریهای چرخ دون بلا کم کرده بود
روی گرم آفتابی دیده جانی یافتم

در ریاض هند بر خوردم بعنای متی
سبزه بود آرزو سرو روانی یافتم

وسعت مشرب چه دنیای فراخی بوده است
چون فلک در گردش ساغر جهانی یافتم

خویش را مظهر بدست دلبری بفروختم
بهر بیعت پیر می جستم جوانی یافتم

دل و چشم ترا مائل بخون دانستم و دیدم
باینها خون خود را دیده و دانسته بخشیدم

چو رنگ پان بنوداراز گلوی یار شد گفتا
غرورش چون نشد راضی که بر سر پا گذارم
شدم در باغ و بر یاد کف پای نگارینش

که خون ناحقم از گردن قاتل تراویدم
برای خود بتی از سنگ پای تو تراشیدم
گرفتم برگهای لاله و بر دیده مالیدم

سبک در چشمها گردیده و در دلها گران مظهر
نهال سرو را با قامتش چندانکه سنجیدم

ازان و چشم از پاس ادب نگشوده دارم
صلای سیر باغ ای بلبلان با من خوش است این
بهر جامی فتد اشکم از انجا لاله می روید
بستان وضع رنگینم گمان بد مبر زاهد

که من بازی برخ از غیرت یکبش نمودم دارم
که در کنج قفس مشت پری فرسوده دارم
که چشمم بر کف پای حنائی سوده دارم
بصد پاکی چو گل دامان غنچ آلوده دارم

زدوران عاروارو در دلی زنهار من مظهر
چو داغ لاله داغی در نمک آسوده دارم

یاد ایامی که یاری غمگساری داشتم
ظاهر و باطن همه تدرو نیاز عشق بود
دل درون سینه دائم همچو بسمل میطپید
بر سر ناز نینی گاه پای میگذاشتم

با غم هجر دسترسی و وصل کاری داشتم
در نهانی و داغ آشکاری داشتم
روز و شب با بیقراریها قراری داشتم
با همه بی اعتباری اعتباری داشتم

٦٩
[illegible]

٧٥

٧٠
[illegible]

نوجوانان شعرِ عشق و عاشقی مفت شماست
پیش ازین ما هم درین هنگامه استاد بوده ایم

از چه ای جرم این عشقه بر اعضای ما افتاده است
هیچکس برگ گلی بر پشت خاک ما نریخت
جای رحمت آنکه اکنون گریه خون میکنید

چون صبا بند گریبان گلی نگشوده ایم
گرچه عمری شد سرِ راهِ چمن آسوده ایم
چشم نمناکی که بر پای حنائی سوده ایم

امتثال امرِ مظهر از ادب بالاترست
این غزل البته باید گفت ما فرموده ایم

اشاره بسوی الامر فوق الادب است

سینه تا بر سینه درد و الم ساید دلم
بسکه ما غم میکند از ناله گویندش که باز
بردنِ من و رحمی بر امسال ما زین خوب نیست

هر نفس بندِ قبای زخم بگشاید دلم
بی طلب تشریف ارزانی نفرماید دلم
بوی گل تندست میترسم بشور آید دلم

مظهر این یارانِ نازک دل همه وارِ هم اند
گر حبابی میخورد بر هم مبسود آید دلم

از پیِ کسبِ فنا جمله به بود آمده ایم
نیست از ذره نشان زانکه چو تابد خورشید
سر نیاورده بطاعات فرود رهمه عمر

بهرِ معدوم شد نها بوجود آمده ایم
ما با عجازِ نگاهِ بت بنمود آمده ایم
خوش بمحرابِ قدِ خم بسجود آمده ایم

۷۶

مظهر از نالهٔ ما گشته جهان تیره و تار	خام سوزیم ز بس سخت برو وا آمده‌ایم

گر بدام تو دلم خون شود افغان نکنم	از ادب خاطرِ آن زلف پریشان نکنم
یار چون کشتنِ من زود تر گ میخواهد	من چرا مردنِ دشوارِ خود آسان نکنم
سیرِ مهتاب بویرانه سلامت مظهر	بر مزارِ تو شبِ عیش چراغان نکنم

ایضاً

باغبان خانه‌ات آباد ثناخوانِ توام	چون صبا باد فروشِ گلِ ریحانِ توام
طرفه شمعی تو که چون صورتِ فانوسِ خیال	متصل گردِ تو میگردم و حیرانِ توام
از خیالِ تو شود سینه قریب است که چاک	تنگ دارد چه قدر جامهٔ چسپانِ توام

۷۷

نه خوش کردم گلرنگی نه بوی یاسمن دیدم	همین چاکِ جگر چون شعله با خود در کفن بردم
کسی با گل بهار دوستی با باغبان سازد	بگفتم خیر باد دوستان از چمن بردم
مبادا ماه بر شمعِ بالینِ کسی مظهر	که داغِ تازه همراه تا سوکهن بردم

ایضاً

جهانی گرچه از شورم در آزار است مینالم	مرا صبری که کم است درد بسیار است مینالم
گر ستم نیز طرزِ عرضِ احوال است میگریم	فغان هم طوری از اطوارِ گفتار است مینالم
رفیقان بر شما گر تلخ گردد خواب معذورم	مرا با چشمِ بیماری سر و کار است مینالم

پیش ازین در گلشن میخانه مسکن داشتم — داغها چون لاله جای گل بدامن داشتم

کرده ام عشق سیاهی تا و بار اسر براه — عمرها دل چون چرس در قید آهن داشتم

در جنون هم میرزائی از مزاج من نرفت — گر برای خویش حمامی ز گلخن داشتم

گرفتار حیات از بهر آن لعل گهر گیرم — بمویی بسته ام این زندگانی همچو تعمیرم

بجو در بر میکند هر کس که با دیوانه بد باشد — ز جوهر با خودی دائم به زنجیرست زنجیرم

ایضاً

همین عیب وفا ظاهر نگشت از چشم خوبانم — پس از صد سال فهمیدم که بی تقصیر تقصیرم

ایضاً

گریه میکرد زلیخا و بحسرت میگفت — پیرهن رفت ز مصر و بکنعان نزدم

دل بعد یوسف از زخم نشد ای افسوس — جگر خویش بدان خنجر مژگان نزدم

ایضاً

ادب کی میدهیم از دست هر حرفی که میگوییم — زمین بوسیم ناگه خامه اول چون سخن گوییم

ایضاً

منم آن بلبل بی بال و برگ نا امید بیا — ندارم خوشی از گل بسم حرف از چمن گوییم

چون شاهان عسل محشر میشیم چه گوییم — چون گل همه تن زخمی و خاموشیم چه گوییم

از ما خبر ضبط در ره صبر میرسید — ما نوحه گران دل خویشیم چه گوییم

ایضاً

نباشد تاب حسن آمد ابرت بهجو تصویرم — نگیرد زندگی بی پرده صورت همچو تصویرم

به جوی می بنم در گوش تو از رخ مینگرم — بسر یکقطره می آرد قیامت همچو تصویرم

بپای رفتنِ یاران ازین جهان رفتم / برنگِ سایه بتحریکِ دیگران رفتم

ز دشتِ هستیِ من تا عدم سرِ مو فرق / کمر تو بستی و من مفت از میان رفتم

ایضاً

سحر عیدِ گل و عاشورِ بلبل در چمن دیدم / بر نیرنگِ فلک بسیار همچون صبح خندیدم

مناسب نیست با هر بی سر و پایی حرفِ عشق گفتن / رقیب امشب اداها کرد من هرگز نرنجیدم

ایضاً

نیازِ عاشقان معشوق را در ناز می آرد / تو تا با وفا بودی تمام من بیوفا کردم

ایضاً

دلم بر خویش میسوزد که مشغولِ عجب کارم / تو در خوابی و من شبها بسودای تو بیدارم

ایضاً

نه از وحشت چو مجنون نی ز غم چون کوهکن مردم / کشیدے تیغ و خنجر زیرِ لب گفتی و من مردم

ایضاً

ما از نیِ قلیانِ کسی کام گرفتیم / آخر ز لبش بوسه به پیغام گرفتیم

ایضاً

میتوان داد بما خدمتِ خیاطیِ خویش / که ببالای تو عمریست نظر دوخته ایم

ایضاً

بیگانه شد ز همچو منی بیوفا دلم / یا رب شود به همچو خودی آشنا دلم

ایضاً

رحم آیدم که بی تو چسان میشود بسر / بیکس دلم غریب دلم بی نوا دلم

ایضاً

فراقِ دوستان کرد از حیاتِ خویش ناکامم / من آن خاکم که رفتنهای یاران داد بر بادم

ردیفِ نون

رونقِ فقر فزون کرد پریشانیِ من / سخت زیبد بمن جامهٔ عریانیِ من

کی کسی پیشتر از وقتِ مقدر میرد / در شبِ هجر اجل کرد نگهبانیِ من

۷۹

۵۷

یعنی بسبب گرانجانی من سبک شد آگاه نشد

سعیها کردم و نمردم در تمنای وصال
هجر بسیار سبک شد از گرانجانی من

از جدایی ناله و فریاد کردم افسوس
یار آگاه نشد از غم پنهانی من

چون نگین بر پیشانی این صید ننازد صیاد
عرصه دام چمن شد ز پرافشانی من

می شود در همه جا یار سبکبار عزیز
گشت سامان دگری بی سر و سامانی من

حاجتم نیست بتعریف عزیزان مظهر
که سخن میکند اظهار سخندانی من

۸۰

نصیب من نشد در خواب هم دیدار یار من
بلی این بود مزد دیده شب زنده دار من

باندازی بهر پایی زدی چون سبزه زار من
که با صد یاس با چندین امید افتاد کار من

بکام دل نماد این عمر کوته فرصت عیشم
بیک پیمانه آخر شد چو گل فصل بهار من

خراب و ویران از خویش خرامانم
بسان گردباد از پای ننشیند غبار من

بجانم آمدی و بسکه برگرد تو گردیدم
برقص آمد برنگ آسیا سنگ مزار من

چنان از خویش میرفتم که هرگز بر نمی گشتم
اگر می بود در دستم عنان اختیار من

روم هر صبحدم در باغ و برگ لاله را بوسم
که میماند برنگین ناخن های نگار من

بی شباهت است

بهار آخر شد و گل واکشد با من تهی قسمت
نرفت امسال هم از سینه بیرون خار خار من

ببر گیرم نهال سرو را کین طفل خوش قامت
نشانی میدهد در خویشتن از دوستی یار من

خوشترست از گلِ خورشید بدستار زدن — تو گلی بر قفسِ مرغِ گرفتار زدن

شد بصد خونِ جگر نالهٔ من سیر آهنگ — بی شقت نتوان زخمه باین تار زدن

این همه عرضِ تجمل که دهد شمع بعشق — از من آموخت گلِ داغ بدستار زدن

شیخ بر سبحهٔ صد دانه چرا می نازد — نیست شیں از گرهِ چند بزنار زدن

شعرِ نازک بر این سنگدلان نتوان خواند — نیست این کار کم از شیشه بکهسار زدن

از نقشِ پای یار چمن شد غبارِ من — آخر نگل گرفت محبت مزارِ من

حسنی لنساخت نامه برم از زبانِ یار — شرش نیامد از دلِ امیدوارِ من

در خواب هم رخِ تو ندیدم از آنکه بود — خوابیده بخت دیده شب زنده دارِ من

در هجر وصل ماند گرفتارِ حالِ خویش — گاهی نیامد این حالِ ناکس بکارِ من

در بندِ نوبهار نباشد جنونِ من — چون خم تمام سال نه جوشِ خونِ من

باشد خلافِ طورِ جهان سعد و نحسِ عشق — باشد چو غنچه چاکِ گریبان شگونِ من

شیرین بجوی شیر لفرهاد صلح کرد — راضی نگشت نوش لبی بخونِ من

این بس گر بزعمِ تو مظهر رهِ نجات — بس گمرهی ست جانبِ حق رهنمونِ من

۸۱

[illegible]

نمیدانی تو طور پنبه بر داغِ جگر بستن — بزخمم بستنِ مرهم بود بر غیر در بستن

بود چون بندِ دستِ صنع بر گیسِ رخِ تیشار — زمن وال بستن و از یار بر خونم کمر بستن

ایضاً

ضرورم شد کنون رخت سفر از گلستان بستن — نصیبِ من نبود مسان بر شاخ آشیان بستن

تو ای صیاد ایامِ خزان ظالم کجا بودی — چو گل دانسته لازم بود بالِ بلبلان بستن

ایضاً

مبین آئینه گردی زخمیِ تیغِ نگاهِ خود — ضرورست ای پسر از رحبتِ سیفی حذر کردن

ایضاً

میتوان بستن چنین نقشِ تو با تصویرِ من (یای خطاب) — تیغ در دستی و در دستِ دگر زنجیرِ من

ردیفِ واو

نشست آخر خطِ گردِ یتیمی بر عذارِ او — نگشتے گرم امی آمدم اکنون کنارِ او

گذر افتاد چون ما را بجاکِ میرزا مظهر — قیامت مطلع خواندیم بر لوحِ مزارِ او

ردیفِ ها

بخاکِ خون دہان کوه از برای من وطن کرده — خدا رحمت کند دل را ز رفاقتهای من کرده

دلم بر خویش میسوزد که با آن شمع میسوختم — که خون صد چو من پروانه را در یک لگن کرده

مرا از خانهٔ صیاد بوی باغ می آید — مگر چوبِ قفس از خارِ دیوارِ چمن کرده

چو لعل از آتشِ این سنگ ها زیر جگر خون شد — چرا این گه مجوسی تنگ آن با آن برهمن کرده

بذوقِ باده جای بت بسر تم شیشهٔ می را — مرا تنها درین مینای کافر برهمن کرده

حقوقِ خود ز لیخا می‌شمارد لیک از ین غافل — که یعقوب از پی یوسف چه در بیت الحزن کرده

بحرفِ کس نماند حرفِ من مظهر چو جبر ملّم
خدا بواسطهٔ تعلیم و اصلاحِ سخن کرده

ردیفِ یای تحتانی

نماند امروز کس غمخوارِ این بیمارِ سودائی — فغان از بیکسی فریاد از بیداد تنهائی

بجز نظاره کارم نیست منظورم پس از مردن — بکن یارب غبارم سرمهٔ چشمِ تماشائی

مقابل روی روشن گر نباشد کور میگردم — نیاید بی مه و خورشید کار از نورِ بینائی

مهیای شکستن شیشه دارم دل نازی — که چون سنگین دلی بیند کند اظهار مینائی

ز شغلِ عشق غیر از بیقراری نیست مقصودی — نگه دارد خدا از تهمتِ صبر و شکیبائی

بحالِ خط ندارم التفات اما دمی دارم — خرابِ خویش بود و شد هلاکِ خویش سروپائی

مکن در عاشقی تعلیمِ خودداری مرا ناصح
ز خوبان سرکشی و ز میرزا مظهر جبین سائی

دل بچاهِ ذقن افتاد ز لبان مددی — یوسفم گم شده ارواحِ عزیزان مددی

گریه بر بادهٔ بی ابر ضرور افتادست — نیست نم در رشحهٔ ام حضرتِ باران مددی

تابِ سوزِ دلم آن طفل نخواهد آورد — عرضِ حالی چو کنم دیده گریان مددی

۸۳

رفتم از میکده امابد عامی خواهم
دیر شد کوچه و بازار خموش افتادست

که ازین در نرود لغزش مستان مددی
شور مجنون مددی محشر طفلان مددی

گفت مظهر غزلی بهر جگر گوشه تو
غوث اعظم صلهٔ قبلهٔ پاکان مددی

یقینم شد که از سوز درون من خبر داری
دل سخت بتان گر نرم سازی اجرها داری
بعشق او بجز ما آبروی مشت خاکم را
بجز دیوانه نتواند کس اینجا پای بگذارد

که پا بر سینه ام چون بگذاری ودرد داری
نوای فریاد میدانم که در دلها اثر داری
مکن ای دل دریغ از گریه تا نم در جگر داری
نمیدانستم ای صحرا که تو هم در بیابان رهگذر داری

خرابات محبت را چه قدر افزوده مظهر
زهی مرغ بسر صید ما کی چو گل دامان تر داری

چو منی اگر تلف شد تو چرا ملال داری
سر آن غرور گردم که کنی چو لطف بر من
چو نگاه حسرتم دید بزبان تیغ ابرو
نخوری فریب جانی که شکسته بای دل
تمتعت ز دنیا نه ز دین نصیب مظهر

بحل ست خون عاشق تو چه انفعال داری
سر پا نشین و پرسی که بگو چه حال داری
من خسته را نگفت که چه در خیال داری
ز نهان خم ست دردی که تو در سفال داری
تو بغیر بیکمالی چه قدر کمال داری

افتاد

۸۴

خوشا کز می غبارِ تیم از پاک بر داری	با همه گر دهی ساقی مرا از خاک بر داری
بجوی مستی و تر دامنی روزِ جزا یا رب	چو برگِ تاک از خاکم گریبان چاک بر داری
سرت گردم چه خواند شد که چون من بالکوان را	بدامان ور از از خاک چون خاشاک بر داری
خدا حافظ از این سیلِ بلا کهنه مظهر	مبادا آستین از دیده نمناک بر داری

دیده من که ز حرمان همه آتش کرد	خانه زیرِ لب صفا بود خرابش کرد
با خبر باش مباد از مژه سوز افگند	جگرم کز نگهِ گرم کبابش کرد
ای محبت چه قدر خانه بر اندازِ خود	دل که آرام گهت بود خرابش کرد

چه بدی دشت گرامی که اثر میکرد	از دلِ من دلِ یار خبر میکرد
ای خدا اشکِ مرا قدر بخشید حیف	یاد آن روز که از قطره گهر میکرد
یاد آن روز که مظهر بدمِ تیغ گرنستی	سینه میسودی و تسکینِ جگر میکرد
بلوحِ تربتِ من یافتند از غیب تحریری	که این مقتول را جز بیگناهی نیست تقصیری
اگر یک دم از دغا فل شعم خواهد برید از من	که خوابم را چو مجمل نیست غیر از قطعِ تعبیری
ز غیرت میکند مر آن غزالِ تند خوا از من	کنم در خواب اگر چون شیرِ قالین میلِ نخجیری

٨٥

نمیدانم بهار آموخت طفلانرا چه افسونی
که می‌بینم در هر خانهٔ زنجیری و مجنونی

فلک در سایهٔ من میدوزان خم بر ویان را
که لازم گشته با تصویر لیلی بید مجنونی

ایضاً

سر بامی زنی اکنون سرم را یاد داری
که میکردی بلند اکثر بالله بیمامی بیاد دستی

پس از مرگ از مزارم چناری سبز خواهد شد
که گر بر خاک با آئی ز تو پای زنا دستی

ایضاً

خوشا روزیکه از انداز ناز خود خبرداری
نهی بر سینه ام پای و دستی بر کمر داری

ایضاً

چو من خود هم سری پیدا کنی با زلف گیسوی
کند جا در دل تنگ تو چون در نجف موی

ایضاً

مظهر بود دشمن خودی ای خانمان خراب
دل میدهد بدست بتان پای بسر کسی

ایضاً

باز میخواهی بدام خود گرفتارم کنی
میکنی لطفی که بار دیگر آزارم کنی

ایضاً

سر از این تیغ بردن آسان نیست
آه مظهر خم سلام کسی

رباعیات

گل میدمد از خرام پا کرده رفت
می میچکد از نگاه رنگین انرت

ای چهرهٔ سرخ تو جگر خون کن گل
گردید مگر بهار بر گرد سرت

دیگر

تا زد بدر نیاز این حلقه چشم
شد کعبه سوز و ساز این حلقه چشم

از هر مژه ام چکاند اشکی گرمی
چون شمع ساز این حلقه چشم

دیگر

گر بندهٔ رعنائی عشق چینی
در مشق گریستن تکیه هیچ کسی

مظهر بخدا که غیر یاران نبود
بر رنگ نیست هوا تو نی قلمی

ایضاً

از گرمیِ جلوه کرده‌ام تب چکنم | مشاطه رقیب گشت یارب چکنم
من تشنهٔ خونِ سنگِ بانیم کز رشک | شد پرده میانِ بوسه و لب چکنم

ایضاً

با عیش و طرب که آرمیدیم چه شد | از رنج و الم که طپیدیم چه شد
اکنون که بدل حسرتِ وصلی داریم | دیدیم چه شد اگر ندیدیم چه شد

ایضاً

از دستِ تبِ عشق بدردم چه کنم | گردیده دل از حیات سردم چه کنم
دوری ست چو پروانه جنونم مظهر
گردِ سرِ آن شمع نگردم چه کنم

ایضاً

اشکم تا کوی دلربای نرسید | این آب بطوفِ خاکپای نرسید
این ناله و آه سرِ راهی نکشود | فریاد که فریاد بجای نرسید

ایضاً

در عشقِ تو بندِ عقل بگسیخته‌ایم | بر خاکِ ره آبروی خود ریخته‌ایم
هر چند که پا بر سرِ ما نگذاری | چون خار بدامانِ تو آویخته‌ایم

ایضاً

ای روح تنِ نظاره گردت گردم | جان و دلِ پاره پاره گردت گردم
انوارِ رخت ز داغِ چیچک افزود | ای ماه پر از ستاره گردت گردم

ایضاً

داغِ چیچک که بر رخِ نیکو ست | چشمِ گستاخ مصدرِ این گره ست
از بسکه نظاره اش بشوخی کردند | بر چهرهٔ نازکش نشانِ نگه ست

۸۷

مخمسات

گاهی که چون نسیم بکویش گذر کنم — خواهم که بیخود از یکی آه سر کنم
لکن برتبهٔ خود و او چون نظر کنم — ترسم گر از محبتِ خویشش خبر کنم
با خویش سرگرانیِ او بیشتر کنم

هردم ز تار شمع صفت مشتعل شوی — گاهی نسند ز چشمِ ترِ من خجل شوی
هرگز نگفته ام که خبر گیرِ دل شوی — ترسم ز بیوفائی خود منفعل شوی
گر از امیدواریِ خویشت خبر کنم

در کویِ او بدین دلِ پرشور و اضطراب — گردم ز بسکه آمد و رفتِ علی الحساب
چون مست گشته خواهم کز اجتناب — رسوائیم رسید بجائی که از حجاب (ای بسیار)
دیگر ز پیشِ او نتوانم گذر کنم

آن رشکِ گل نکرده رم از بسترم هنوز — آتش برون نرفته ز خاکسترم هنوز
خالی نگشته است ز جان پیکرم هنوز — بیطاقتی شوق ببین کز سرم هنوز
نگذشته یار در روی براهِ دگر کنم

چون چشمِ دیر مانده برخسارِ آفتاب — یا مثلِ طفلِ شوخ که گم می کند کتاب
یا همچو عاصی که برندش پی عذاب — وقتِ وداعِ او منِ دیوانه خراب

۸۸

با هر که رو بروی شوم گریه سر کنم

دیدم که میدود اثر آه من بباد
گفتم مگر بمکتب تحصیل اتحاد
روشن کنم ز اشک بنگ قلم سواد
اکنون که هیچ داد دلم گریه هم نداد
در کوی او نشینم و خاکی بسر کنم

گاهی که با وسیلهٔ مظهر بکوی او
سر میکشم بجاذبهٔ آرزوی او
گر حسب اتفاق شوم روبروی او
میلی ز شرم عشق بجانم که سوی او
با شوق این چنین نتوانم نظر کنم

٨٩

مخمس دیگر بر غزل صائب

عرق افشان تو که ای شوخ پسر می آئی
دست چون پنجهٔ مژگان بکمر می آئی
جامهٔ سبز چو چشم مست ببر می آئی
چهره افروخته چون گل بنظر می آئی
از شکار دل گرم که دگر می آئی

جان پاک از تن ابرار نیاید بیرون
بوی گل از در گلزار نیاید بیرون
حرف مهر از لب دلدار نیاید بیرون
از صدف گوهر شهوار نیاید بیرون
بصفای تو که از خانه بدر می آئی

جیب ما پاره چو گل پیش تو هرچند شود
نیست ممکن بلبت رشتهٔ پابند شود

چه توان کرد که خاطر ز تو خرسند شود   بچه تدبیر کسی از تو برومند شود

نه بزاری نه بزور و نه بزرمی آئی

بی لوای شوخ ز من چشم پر آبی مانده است   در هوای تو طلسمم چو حبابی مانده است

چون تهی شیشهٔ لب بی گلابی مانده است   از حیاتم نفسی پا بر کابی مانده است

میرود وقت ببالینم اگر می آئی

چه خیالست بمو در کمرت پیچیدن   یا چو دستار تو بر گرد سرت گردیدن

چون که در خواب نه باغت نتوان گل چیدن   کیست گستاخ که بر روی تو آرد دیدن

۹۰

گر عرق ناک ز آئینه برمی آئی

چون کتان خسته ات ای ماه چنین کیست که نیست   بستهٔ آن خم زلف ای بت چین کیست که نیست

کافر عشق تو بر روی زمین کیست که نیست   در رهت باخته جان و دل و دین کیست که نیست

گر چو خورشید بشمشیر و سپر می آئی

شعلهٔ روی تو انداخت به تب صائب را   همچو مظهر ز ان آتش غضب صائب را

دم چو تنها گره شد ز ادب صائب را   جان رسیدست ز شوق تو بلب صائب را

هیچ وقتی بر ازین نیست اگر می آئی

تمام شد مخمس میرزا مظهر جانجانان بر غزل میرزا صائب

واسوخت

روزی بقاصدی سرِ راهی شدم دوچار — پرسیدمش ز مظهرِ دیوانگی شعار
آهی کشید و گفت که از دستِ روزگار — آن بلبلی که بی رخِ گل بود بیقرار

اکنون می طرب با یاغش نمیرسد
گل میرسد بباغ و دماغش نمیرسد

گاهی چو سیل سوی بیابان نمیرود — چون ابرِ تر بجانبِ بستان نمیرود
بلبل صفت بسیرِ گلستان نمیرود — پروانه وار سوی چراغان نمیرود

٩١

از بیدلی بکنجِ غمی عهد بسته است
وز بیکسی بماتمِ خود خود نشسته است

کو محرمی که داد رسان را خبر کند — در کوی دوستان و عزیزان گذر کند
بی اختیار گریه و فریاد سر کند — پرسند اگر ز حال سخن مختصر کند

یعنی چه جای حرف و مقامِ تکلم است
مظهر ز چند روز محلِ ترحم است

تا چرخ را بر در بی بیداد کرده است — دلهای دشمنان بغمش شاد کرده است
دشتی ز شهر دور تر آباد کرده است — خوش مردنی برسیتن ایجاد کرده است

رحمی بغربت دل دیوانه اش کنید
رقت بگریه‌های غریبانه اش کنید

جانش بلب ز رنج و لعبش رسیده بود
عمری بخاک و خون ز تمنا طپیده بود

تا وحشی بدام محبت کشیده بود
تا بام او دل نفسی آرمیده بود

گرد این فلک بتیر ملامت نشانه اش
افتاد سنگ حادثه بر شیشه خانه اش

۹۲

روزی مرا جنون ره ویرانه اش نمود
گاهی اگر ز تار نفس عقده می کشود

دیدم چو گشته بر سر خاک او فتاده بود
این بیت خود بمرثیه خویش می سرود

در خاک و خون کشید سیاهی بسر مرا
پیش از اجل رسید قیامت بسر مرا

هر دوستم بدشمنی آهنگ میکند
مینا بمن معامله سنگ میکند

با هر که آشتی بکنم جنگ میکند
داغم که مرگ نیز بمن ننگ میکند

ای چرخ بر سر چو منی بیکسی غریب
الله اکبر این همه بیداد یا نصیب

تمام شد واسوخت

مثنوی

خدا در انتظارِ حمدِ ما نیست — محمد چشم بر راهِ ثنا نیست

خدا مدح آفرینِ مصطفیٰ بس — محمد حامدِ حمدِ خدا بس

مناجاتی اگر باید بیان کرد — به بیتی هم قناعت میتوان کرد

محمد از تو میخواهم خدا را — الٰهی از تو عشقِ مصطفیٰ را

دگر لب وا مکن مظهر فضول است — سخن با حاجت افزون تر فضول است

ز تحریرم غرضِ عرضِ هنر نیست — دماغِ غم را ازین لوها خبر نیست

طپیدن وا رهی از دل میگارم — اصولِ رقصِ بسمل میگارم

همین خون گرمیم در بزم ساقی است — دگر از هر چه گویم اتفاقی است

خیالِ لن ترانی هم ندارم — دماغِ قصه خوانی هم ندارم

دلی دارم حزینی داد خواهی — اکنون سیر میکنم حسنی و ماهی

مثنوی دیگر

سرت گردم ای قاصد کوی یار — زمن سجده بر درِ آن نگار

ازان لب آن شوخِ پیمان گسل — بگو ای دلِ جان و ایمانِ دل

چنان بی تو از خویش آزرده ام — که از دستِ این زندگی مرده ام

ط۔ ا ب
اشعار حیرت
دیوان یاد
تا شعر
یعنی
۱۹۱۱

۹۳

٩۴

چه رحم است بر حالِ این مختصر / که جز بیکسی نیستش نوحه‌گر

دلِ مرگ سوزد بر آن ناتوان / که از زندگی رنجه باشد بجان

شود مطلع گر ز احوالِ من / کند گریه هم گریه بر حالِ من

اگر بشنود درد این سینه ریش / شود همچو نی ناله‌خوانِ خویش

نگاهی ضرورست بر حالِ من / که افتاده هجران بدنبالِ من

چو آن مرغِ دیوانهٔ وصلِ گل / که گردد گرفتار در فصلِ گل

فتادم ز بیدادِ ایامِ هجر / بفصلِ وصالِ تو در دامِ هجر

بسر رفت عمرم درین انتظار / که آنا دیم کی شود رو بکار

مرا تابِ ضبطِ نفس حین نماند / هوس ریشه در دشتِ جانم دواند

اگر روا شود شاهراهِ سخن / شفیعم شود واجب العرضِ من

ازین ره بجرات قدم می‌زنم / باظهارِ احوال دم می‌زنم

که هرگز نبود این مرا در نخست / بزندان کشم در چنین فصل رخت

فرو رفت در جیبِ حیرت سرم / که بهرِ چه بستند بال و پرم

نبودم گنهکارِ چندان معتبر / که لازم بود قیدِ من اینقدر

ز زندان پیِ امتحانم برآر / بطورِ خودم ساعتی واگذار

در احوالِ من غور کن یک نفس ‌ ‌ ‌ اگر بینیم قابلِ این قفس

بصد جان گرفتارِ رای توام ‌ ‌ ‌ بدل بندهٔ جورهای توام

بیابی اگر بابِ زندان مرا ‌ ‌ ‌ بگردِ سرِ خود بگردان مرا

عطا کن دلم را حیاتِ ابد ‌ ‌ ‌ براتم بده بر نجاتِ ابد

ز هجرِ خودت انتقامم مکش ‌ ‌ ‌ باندازِ دیگر بدامم بکش

باین لطف شرمندهٔ خویش کن ‌ ‌ ‌ ز آزادیم بندهٔ خویش کن

ولیکن نه آزادی از دامِ عشق ‌ ‌ ‌ که صد عید قربانِ ایامِ عشق

من و نازها بر وفای خودم ‌ ‌ ‌ توقع ز صدق و صفای خودم

اگر ننگ داری ز من اینقدر ‌ ‌ ‌ زهی آبرویم که خاکم بسر

ز اظهارِ عشقم خجالت مکش ‌ ‌ ‌ ز بیتابیِ من ملالت مکش

نه بیجاست این داد و بیدادِ من ‌ ‌ ‌ ز دلسوزیِ تست فریادِ من

گشتم گر نه آهی بسودای تو ‌ ‌ ‌ شود بی علم فوجِ غمهای تو

قطعهٔ تاریخ

الحمد للمنعم الالطاف ‌ ‌ ‌ والشکر لواهب العطایا

از هاتفِ غیب گشت مسموع ‌ ‌ ‌ امشب خبرِ مسرت افزا

۹۵

کان صدر نشین بزم دولت — نازد به سنانش لفظ و معنی

آن سید بوالحسن که نامش — چون نام علیست حرز جانها

نور بصر شه ولایت — روشن کن خاندان آبا

در عقد نکاح خود در آورد — معصومهٔ رکن سلطنت را

این مژده مرا چو دستهٔ گل — بشگفت دماغ جمله اعضا

رفتم بجناب حضرت دل — از بهر ادای تهنیتها

فرمود دل از سر عنایت — کای جان سخن جهان معنی

ای فکر مجسم فلاطون — وی نطق مصور مسیحا

چون هر دو ستارهٔ همایون — در ساعت سعد گشته یکجا

در باب قران این دو مسعود — یک قطعهٔ دلکشی کن انشا

من از ره عجز معروض کردم — کای مصلح امر دین و دنیا

انسب بفقیر جز دعا نیست — این امر بخامه باشد اولی

آنکه بقلم خطاب فرمود — کای کاتب وحی حق تعالی

سبابهٔ دست قدرت حق — مفتاح کنوز علم مولی

ممنون توایم اگر بگویی — تاریخ زواج صاحب ما

۹۶۶

آخر بس از امتنان بسیار | گردید زبانِ خامه گویا
دی مهر کشود از سرِ راز | رعنائی سرو شد دو بالا

یارب تو بفضلِ خود عطا کن
این نخلِ مراد را ثمرها

تمّت

۹۷

خاتمة الطبع هزاران هزار محمدت و ثنا بحضرتِ شیرازه بندِ اوراقِ ارض و سما و ناظم حقیقی دنیا و ما فیها مستجاب باد که درین زمان فرخی توامان نسخهٔ از رشحاتِ اقلام عطر تعطیر مضامین آمیز او قطرهٔ از قطرات آب نیسانِ معانی در رنثار شیخِ مشایخ زمان سید اهلِ سلوک و عرفان مظهرِ صفات حبیب خدای وحید مولانا و مرشدنا و معتقدنا حضرت میرزا مظهر جانجانان شهید علیه الرحمة اعلی درجته فی اعلی علیین والجنة فی زمرة الشهداء والصالحین مجموعهٔ معاصافی ترانه تجلیات یعنی **دیوانِ غزلیات** فرخنده اعیان یعنی عشرهٔ اخیرهٔ عید قربان [illegible] سنه هجری باهتمام بهمه دان **محمد عبد الرحمٰن** بن حاجی محمد روشن خان اسکنه الله بحبوحة الجنان در مطبعِ مشهور زمن دیگر دور یعنی مطبعِ مصطفائی واقعِ کانپور از کالبدِ انطباع برآمد و در همان ایام مسعود و اوقاتِ محمود معدنِ یواقیت زواهر یعنی خریطهٔ جواهر که اشعار انتخاب فرمودهٔ جنابِ ممدوح قدس سره از سخنان اساتذهٔ سلف عبارت ازان است بطرز نیکو طرح طبع انداخت

بسم الله الرحمن الرحيم

بابای سلطان ابوسعید ابو الخیر

آن روز که آتشِ محبت افروخت — عاشق روشِ سوز ز معشوق آموخت

از جانبِ دوست سر زد این سوز و گداز — تا در نگرفت شمع پروانه نسوخت

پرسید ز من کسی که معشوقِ تو کیست — گفتم که فلان کس ست مقصودِ تو چیست

بنشست و بهاهای بر من بگریست — کز دستِ چنین کسی چسان خواهی زیست

جز دره‌ِ عشقِ تو نپوید هرگز — دل رازِ ترا بکس نگوید هرگز

صحرای دلم عشقِ تو شورستان کرد — تا مهرِ کسی دگر نروید هرگز

ببرید ز من نگارِ همخانگیم — ببرید ز من لباسِ فرزانگیم

مجنون به نصیحتِ دلم می آید — بنگر که کجا رسید دیوانگیم

شیخ ابو سعید ابو الخیر

دل گردِ بسی نگاه در دفترِ عشق — جز رویِ خوشت ندید اندر خورِ عشق

شیخ احمد غزالی

چند آنکه رخت حسن نهد بر سرِ حسن — بیچاره دلم عشق نهد بر سرِ عشق

همواره تو دل ربوده معذوری — غم هیچ نیازموده معذوری

من بی تو هزار شب بجنون در بودم
تو بی تو شبی نبوده معذوری

چنان ترسد دل از هجران که گویی
شب هجر توام روز وفات ست

مست توام از باده و جام آزادم
صید توام از دانه و دام آزادم

مقصود من از کعبه و بتخانه تویی
ورنه من ازین هر دو مقام آزادم

ابر از دهقان که ژاله می رویدازو
دشت از مجنون که لاله می رویدازو

طوبی و بهشت و سلسبیل از زاهد
ما و دل کی که ناله میرویدازو

سهل ست مرا بر سر خنجر بودن
در پای مراد دوست بی سر بودن

تو آمده که کافری را بکشی
غازی چو تویی رواست کافر بودن

چند پر جبین کنی ابرو ستم آغاز کنی
خنده زن که گره از دل ما باز کنی

ای بخت من بدست من اندازد امنش
درین سر به بین که در قدم او چه میکند

ای صبا باز آمدن دوست یوسف ما بمصر
باز گو تا بوی پیراهن بکنعان کی رسد

کاش گردون از سرم بیرون برد سودای تو
یا مرا صبری دهد چندانکه استغنای تو

خوش آنکه بند گریبان بناز باز کنی
نظر دران تن نازک کنی و ناز کنی

دوش آمد ناصحی سوی ملامتخانه ام
گفت عاقل میشوی گفتم مگر دیوانه ام

درین چمن منم از بلبلان زار یکی
دلی بزاری من نیست از هزار یکی

تن زارم بآب دیده میماند بآن کاهی
که پنهان می شود در موج و پیدا میشود گاهی

شاید که به بینم سر خود در قدم او
خواهم که شوم کشته به تیغ ستم او

تابوت من آهسته ز کویش گذرانید
چون نیست امیدم که بیایم دگر آنجا

مائیم و صد ملالت و از دور یک نگاه
آن هم چو بنگری سبب صد الم شود

بگلگشت چمن سحری ندادازشوقتش یادم
که همچون بید مجنون گشته در پایش بیفتادم

تا چند انکه آن مه ساخت پامال جفایی
تو باز از شوق او چون سبزه سر از خاک بیگیر

خواجه افضل الدین کاشی

99

شیخ اوحد

قاضی ابوالبرکات قمی

نقل مرسل

امروز عیان شد که نداری سر ما
بیچاره بمهر تو غلط داشت گمانها

یا من ناصبور را سوی خود از وفا طلب
یا که تو باک داشتی صبر من از خدا طلب

درد تو میکشد مرا یا ز کرم دوا کنیش
یا قدری فسون بران تا نکنم دوا طلب

صبر تلخست دوای من خونین جگری
داروی درد من از درد جگر سوزتر است

گر بحر بلا موج زند باک ندارم
بیمی اگرم هست از آن چین جبین است

جدا از یوسف خود تا شدم یعقوبیم شد
گر چشم لیستبین یعقوب علی بیناست

عجب که شمع شبی در سرای من سوزد
من آن نیم که کسی از برای من سوزد

خواهد بخشم فنا رشود گم محبتم
غافل که این کرشمه محبت فزای تست

خوش آنکه مست کشوی تا بهانه برخیزد
تو تا باشی و من و شرم از میانه برخیزد

از مرگ رقیبان تو خرم نتوان بود
خرسند بمرگ همه عالم نتوان بود

۱۰۰

چو یار رخت سفر بست من چکار کنم
وداع عمر کنم یا وداع یار کنم

هنوز با منی و دل ز بیم هجران سوخت
بروز هجر چه با جان بیقرار کنم

شرمنده ز آسمان و زمینم که مهر تو
تا کی بسجده افتم و تا کی دعا کنم

اکنون که تنها و بدست لطف ز آزاری مکن
تلخی بگو سنگی بزن تیغی بکش کاری بکن

بچه اندیشه ام از خاطر ناشاد روی
چه بخاطر گذرانم که تو از یاد روی

بصد کرشمه و نازم شکار خود کردی
کنون کناره گرفتی چو کار خود کردی

بیک دو روزه جفا کی برون روی از دل
که سالها بمحبت در و وطن کردی

یارب آن مرتبه کی ز من خشمگین خواهد گذشت
(این مرتبه یعنی معشوق)
وای بر من گر بمن این چنین خواهد گذشت

از دو چشمت در دلم صد فتنه پیدا میشود
محفلی کانجا دو بد مستند خونغا می شود

روز هجرم یاد آن لعل شکرخا میکشد
خسته را چون شد اجل پیدا مسیحا میکشد

خوش آن مجلس که آنجا توبهٔ خود چون کنم ظاهر
مرا ساقی گریبان گیرد و در گلو ریزد

مولانا ...

خوشش آنکه جان بسپرد بوصل نگار خویش
دیگر برد بهجر نینداخت کار خویش

زندگانی داد از لو این دل افسرده را
آری آتش آب حیوان است شمع مرده را

خوشم لب بنگد لبهای او که درد مرا
دل از نه سنگ بود طاقت شنیدن نیست

نگویم حال دل از حال من کو بیخبر باشد
به بیدردان بیان درد دل درد دگر باشد

نمی خواهم که کس با نازنین من سخن گوید
اگرچه قاصد من باشد و پیغام من گوید

ما خشم از جستجوی درمان کوشیم
پوشند برای زیب مردم جامه
ما خلعت وصد وصد ز جان پوشیم
ما بهر دریدن گریبان پوشیم

ترسم این الفت که دارد با گریبان دست من
در قیامت نیز نگذارد که گیرد دامنی

مژه برهم مزن ای دیده که نتوانم دید
گر تو با عکس رخش دست در آغوش کنی

بر لوح دل چو تخته تعلیم کودکان
هر حرف آرزو که نوشتم خراب شد

ز عجزهای عشقت اینکه شبها بر سر کویش
نگاه بام و در از لذت دیدار میباشد

میسر کی شود وصل تو ای آرام جان ما را
که از خویشان تو هم بیست و از بیگانگان ما را

طرفه حالیست که آن آتش سوزان برم
زود تر میرود و دیرترم می سوزد

عشق با روی خراشیده و پیراهن چاک
با دو چشم تو دل ای شوخ ستمگر چه کند

دست بر سینه زنان در پی تابوت منست
یک مسلمان چو در افتد بدو کافر چه کند

قاتل من چشم می بندد دم بسمل مرا
تا بماند حسرت دیدار او در دل مرا

تو هم در آینه حیران حسن خویشتنی
زمانه ایست که هر کس بخود گرفتار است

آنکس که یاد او نکنی در هزار سال
روزی هزار بار ترا یاد می کند

بتان که نسبت رخسار خود بماه کنند
ز شرم روی تو در یکدگر نگاه کنند

گر مرا دید لبش یاد رسی تا لب تم
زود در کوی تو خواهند لبش یاد آورد
بد نگفتیم که مهر از تو بجوییم دگر
این چه بد بود که گفتیم نگوییم دگر

۱۰۱

طالب آملی

زانگشتم نسیم غنچهٔ فردوس می آید — نمیدانم سحر بندِ گریبان کی واکردم

تسوی خویشتن از لطف گستاخانه‌ام دستم — که من بسیار محجوبم هم آغوشی نمیدانم

چو در خوابم در آئی بختِ بد از بهر مجرم و می — مرا بیدار می سازد که یار آمد چه خوابست این

بدشنامم دگر امید دارم — چه خواهی عذرِ دشنامِ گذشته

زمن پرسید راه و رسمِ شهرستانِ سودائی — که چون فرهاد و مجنون نیستی کوهی و صحرائی

ای جنسِ وفا چون تو متاعی بجهان نیست — عیبِ تو همین است که در کشورِ مائی

بلا کم می کند در عشقبازی رشکِ دیوانه — که گاهی خصمت برگرد سر گردیدنی دارد

بیستون نالهٔ زارم چو شنید از جا شد — گرد فریاد که فرهادِ دگر پیدا شد

شاه اسمعیل صفوی

میر باقر شیرازی

رباعی

۱۰۲

هیچ کس منکرِ جمالِ تو نیست — نیست حاجت که خط برون آری

نتوان زغمِ تو دل بتدبیر برید — کودک نتوان بجهد از شیر برید

برمن نتوان گسست زنجیرِ دولت — ورز تو نتوان دلم بشمشیر برید

مولانا اقدسی

نجم الدین بیک شاملو

بیا ای ناقه خروشانِ دلِ اشکسته کیست — کاین صدا الصدایِ حرس نمی ماند

ما خشیفتهٔ وفای خویشیم — ورنه زکه دل نمیتوان کند

قاصد ادای نامه تواند نه عرضِ شوق — حیف از زبان که بالِ کبوتر نمیشود

تو با من گر بسازی گشتی چنبری طلال ابا — پس از من کارِ صید بیچاره این افسانه

افگنده کوهِ محنتِ عشق از کمر مرا — بر خاک تن نهاد بغم دیگر مرا

میرالهی همدانی

میرزا نظام

خواجه افضل بیگ

لذتی از تیغ او دارم که چاکِ سینه ام — چون خمار آلوده نتواند لب از خمیازه بست

جوز بیم غیر گشتن نتوان بگیرد کویش — سرجانِ خویش گردم که در دوست آرزویش

اناهِ حسرتم جگرِ شعله آب شد — وز آتشِ دلم دلِ آتش کباب شد

چندین قفس ز شوخیِ بال و پرم شکست — آواز کجا نصیبِ من این اضطراب شد

رازِ نهانِ محملِ او نتوان شنید — افغان که با زبانِ جرس آشنایم

حکیم الهی شیخ الزمان

کشیده‌ام ز میان تیغ آبدار یکتیم	مزن تیغ مترسان که من هلاک همینم
مرود الطالع بدولت نرساندی هنر	گنج را خسرو ربود و رنج را فرهاد برد
بعد از وفات بر قلم استخوان‌ها	سربسته نامه‌ایست بنام مهربان‌ها
ای شوق تو آورده لبیک حرم را	یاد تو باندیشه فرو برد صنم را
فرصتم کی شد که آرم دامن وصلش بکف	اگر بیابان ستا اگر بر داشتم بر سر زدم
بخت اگر یاری دهد امروز دامان ترا	آنچنان گیرم که فردا کانتم رنگ جان اگر
خدا را یکزمان بردار از رخ پرده ای لیلی	که ناصح پر ملامت میکند مجنون شیدا را
هر داغ زیر پنبه شهیدیست در کفن	صحرای کربلاست سراپای سینه‌ام
در فراق تو من خسته بجانم چه کنم	زیستن مشکل و مردن نتوانم چه کنم +
آنکه گرداند ز ما دانسته راه خویش را	کاش می آموخت برگشتن نگاه خویش را
عشق روزیکه پی چاک گریبان میگشت	عمرها بود که مجنون تو عریان میگشت
یاد معماری مجنون که ز خاکستر دل	سنگ هر خانه که میریخت بیابان میگشت
پس از عمری نگاهی گر بسویم کرد جا دارد	شهید زخم شمشیر تغافل اجرها دارد
چه خونها خورده از اشکم چه جا بنها داده آهم	نمیدانم چه خواهم گفت در محشر جواب دل
هر جا دو چار میشود از خویش میروم	یکبار از غرور نپرسد خدای را
دیر آشنا نگاه تو بیگانه پرورست	داغم ازین که با تو چرا آشنا شدم
دل را چگونه منع محبت کند کسی	گیرم که بشنود چه نصیحت کند کسی
گشتم غبار و از سر کویش نمیروم	دیگر چه خاک بر سر طاقت کند کسی
ما حریف این قدر بار تعلق نیستیم	می برد این رنگ را بر چهره ما بستن است
دست امیدم ز دامان زمین هم کوته است	از غبار خاطر خود خاک بر سر می کنم
گر بخود آمدیم بگوی تو دور نیست	فرصت نیافتیم که خود را خبر کنیم

از آهم

اوزانی صفاهانی
آفت مشهدی
امیر بیگ
مرزا محمد قلی
ایضا
ایضا
مرزا محمد اشرف
میر آشوب
مولانا فضل سرخی
مرزا جلال اسیر
۱۰۳

اوحدی

خوش آنکه در قدمت رود به شهادت تن	نشان های پی تو گردد نشان تربت من
بت من سخت می ترسم که آخر اهل جفا باشی	بگل بسیار میایی مبادا بی وفا باشی
تمکینی غمش در دل نشسته	گر گرد وصل آید از جا برنخیزد
قاصد رقیب بوده و من غافل از فریب	بی درد مدعای خود اندر میانه ساخت
خدا که خواری اهل وفا نخواسته باشد	چرا تو خواسته باشی خدا نخواسته باشد
برای بشارت ز شرمندگیها	اگر جان نمیدادستم مرده بودم
این سخن از پیر کنعانم بخاطر مانده است	دیدن روی عزیزان چشم روشن میکند
یکبار آستان ترا بوسه داده ایم	با ما هنوز دشمنی آسمان بجاست
اکنون که گفته نظری هست با منش	ای روزگار فرصتی ای مرگ مهلتی
شبی که داغ تو سوزم چو شمع میخواهم	که با فتیله شود زندگی تمام مرا
در سر دل هوس آن قد و قامت افتاد	باز دیدار من و دل به قیامت افتاد
از تغافلهای پی در پی اگر یادش کنم	باز هم چندان بخجب خود که بیدارش کنم
دوری از دلدار کی سازد دل زار مرا	آخر این پرهیز خواهد گشت بیمار مرا
شمشیر جهر و خنجر کین میکشی چرا	قطع امید از تو از نیها نمی شود
بودیم بد و بستیش خرسند	این نیز نصیب دشمنان شد
رفت قاصد که برد نامه مرا گفت خموش	این خطا از نامه سیاهیست که من میدانم
رفتن از قهر بشب آمدن از مهر بروز	عذر بدتر ز گناهیست که من میدانم
گفتی که یک بوسه کنم کام تو شیرین	قربان دهان تو بگو بار دگر هم
روشن شمع و در پیش لب چون شمع سوز من	یکشب لبم اگر بنشینی بر روز من
رقیب و دیده ما هم بسرمه محتاج است	بخاک پای کسی چشم خود سیاه مکن
آفرین دستی که داغی بر دامن بند قبا	حلقه امشب در چاک گریبان میزند

۱۰۴

نماند همچو حنا هیچ اختیار مرا
ز هول روز حساب آفری چه بیتر

آنچه می بایست آخر با تو او دل سر کنم
درست گشت که جان منی بدین معنی

در خلوتی که بند قبائی تو وا شود
پیداست دورنگی ز قماش سخن تو
از هجوم جغد در ویرانه تا جا نماند
کناره جوی از این مشت استخوان شده اند
افتادگی بطالع ما هست

خوش آن زمان که خطی گرد آن عذار نبود
بسوی کعبه رود شیخ و من بسوی نجف
تقاضی که میان من است و او این است
شبی در خواب و را با رقیبان هم سخن دیدم
رحم است بر آن بلبل شوریده که گل را

بیم از معامدار بده وعده که گر
اضطرابم نگذارد که نشینم جائی
ما را بنامه نیز فراموش کرده
ما چه باشیم و چه باشد دل غم پرور ما
آزرده بکنجی ننشیند عاشق
مدعی گر برد پیش محتسب مستم چه باک
غم دیرینه بدل آمد با جانم گفت

سپر دلبسته بدست تو روزگار مرا
تو نگیستی که در آن وند حساب

اضطراب دل مرا پیش تو رسوا میکند
که تار من نگسستی بمن نه پیوستی

بی اختیار آینه دست دعا شود
برگ گل عنایت زبان مردمان تو
آنچنان آباد شد آخر که ما هیچ خواستیم
سگان آن سر کوی خوش خرامان شده اند
در پای خم چه افتادیم

میان حسن تو و عشق من غبار نبود
برب کعبه که اینجا مرا است حق بطرف
که من بسوی گهر رفتم او بسوی صدف
نه بیند هیچ کس در خواب یا رب آنچه من دیدم
ببینید که بچینند و ببازار فروشند

از ذوق این نوید بفردا نمیرسم
انتظارت نگذارد که ز جا برخیزم
دانسته که دیده ما را سواد نیست
که بمیریم و کسی گریه کند بر سر ما
گز خاطر او سیل بصحرا رفته
آه گر هشیار سوی میفروش آرد مرا
چکنم منزل ما دامن گرفته است مرا

۱۰۵

درد دل ما شنیدنی نیست
یارب آن سوز فگن در دل دیوانهٔ ما
ترا نه از من و از دوستی من ننگ است

بردن بخاک حسرت دیدار مشکل است
خو می‌کنم بهجر تو بر روز زندگی
اگرچه کوهکن از پیش بیستون برداشت
بتو گمان مهر و وفا داشتی بیار
زان سوز رنجشی نه ازین سو شکایتی
باقر یکی و عشق یکی و جنون یکی
دانم که سراپای وجودم همه درد است
از بسکه بهر دام فتادیم و رمیدیم
منکر نمی شود که من اهد انگشته ام

لب بر لب من نهاده میگفت

هنوز آن سنگدل از ناز با من سرگران دارد

خضر از حسد بمیرد چو بروی یار باقر

کند ترم مسنده ام تا پیش او یک لحظه بنشینم

خود را بچه مشغول کند آه چه سازد

میکند خسته مشقت بمشقت جانی
عشق را هجران بود لازم نمیدانم چسان
فارغ ز شوید از جفا باش که ایشان

ما در خور فراغت وصل تو نیستیم

تماشا سر داستان ما را
اگر کلیم آید و آتش برد از خانهٔ ما
که چشم شوخ تو با کائنات در جنگ است

مردن بدرد آرزوی تو بسیار مشکل است
دل کندن از رخ تو بیکبار مشکل است
ولی چه سود کند سنگ راه پرویز است
این جور ها سزای دل بدگمان تست
خون باد دل که صد سخن اندر میانه ساخت
گوئی تمام شهر ز دیوانه پر شده ست
داغ تو بدانم که کجا هست و کجا نیست
در دست کسی نیست که مشتی به ما نیست
باقر کسی بخیرگی قاتل تو نیست

جان تو بلب رسیده خاموش

مرا کشتست منت بر زمین و آسمان دارد

کند آخرین نگاه ره پا ندار گیرد

بی تعظیم تا پیدا شوم از دور برخیزد

بسمل شده را که طپیدن نگذارند

میتوان یافت که بیچاره چه حسرت دارد
صورت لیلی کسی پهلوی مجنون میکشد
آن دست مزند که بدامان تو گیرند

ما را برای خاطر هجران نگاه دار

ص

١٠٦

بسکه اندیشهٔ آن خوی ستمگاره کنم — هر زمان نامه انشا کنم و پاره کنم

دل کم حوصله بر نیم نگه قادر نیست — چشم دارم که سراپای تو نظاره کنم

ترا بر جمله خوبان برگزیدم چون ننازم — ز دست من نمی آید که چشم خویشتن بر هم

ز غمت نمیتوانم نفسی جدا نشستن — نه به هیچ جای رفتن نه به هیچ جا نشستن

بکدام سخت جانی ز تو دلربا بریدن — بکدام مهربانی بتو بی وفا نشستن

شده است از دو جانب کشش طلب بنوعی — که تو هم نمیتوانی ز من احتراز کردن

ز من شکسته عجزی ز سر نیاز مندی — ز تو سنگدل نگاهی به هزار ناز کردن

بی تو شب ماه تیره روزان — چون چشم سفید گشته تار است

روز جزا از تیغ تو شرمندگی کشید — در هر گلو که در دم مرگ آب کرده اند

آنکه دل سوا ز کوشش یا رب افسون کمر شعر — رحم پیدا کرده تا عشق پیدا کرده

بیدار میشوی و بمن رحم میکنی — گر بینمت بخواب که شبها چه میکنی

برگ گل بالکه باد صبا می بینم — باغ هم جانب او نامه بری پیدا کرد

پیوند گسسته و خندد به تو دل — پیوند گسستن نپسندد به تو دل

هر گه گفتی که حالت ای جان تو چیست — خون باد دل کسی که خندد به تو دل

گفتی که کنم فکر دل حالتی آخر — او جان بغمت داد تو فکر دگری کن

همره من بسوداع یار نیاید کسی — وقت مردن بر سر بیمار میاید کسی

چون زلیخا نگرد جانب یوسف گوید — از ازل دیدهٔ یعقوب چرا کور نبود

از گریه من بحر نه تنها گله دارد — کز ناله ما گوش صدف آبله دارد

اول عشق است بر ما بر مپسندای فلک — صبر کن چندانکه ما مستوجب هجران شویم

ندارم بیم سر ترسم که در هنگام قتل من — زند غیری بتقریب شفاعت بوسه بر پایش

آه از آن بدخو که خود را گر بر آتش می زنم — غیر ازین حرفی نمی گوید که حرفی و دود چیست

من

میرزا محمد تقی

میرزا باقر

۱۰۷

محمد باقر مرزا دی

قاسم بیگ حالتی

کلیم کاشی

فصیحی

مولانا حزنی اصفهانی

حرفِ ساده دلِ امروز دگر چون هر روز
در چمن بود زلیخا و بحسرت می گفت
می نشینم می شکیبم میگذارم میرم
مرا بر ساده لوحی های حرفی خنده می آید

گوشهٔ گو که بکامِ دلِ خود یکساعت
فلک شکستِ خاطرِ افگارِ من مکن
من و داغم و تشِ غم او و داغ و دلم

تو شرطِ یاری و رسمِ وفاداری نمیدانی
گرچه میدانم بجز رنجش ندارد حاصلی
کاش ای محرم کمی پرسیدیم کان مه کجاست
من بحرمانِ خوشِ دلم منت منه بر من صبا

کردی پس از رقیب نظر سوی من دریغ

ز مجنون آنچه آمد در وجود از ما نمی آید
بود صد بار از مرگِ جوانی تلختر عمری

تسلی نکشد آرزو اگر این ست

ای فلک گر میتوانی با رقیبان کینه ورز
همان بهتر که دل در دستِ هجران مبتلا باشد

با مدعی نتیجهٔ مهر و وفای تو

دو روزی شد که دل حرفِ محبت بر زبان دارد
گیرم که حرفِ قاصد با من همه فریب ست
اگرچه امشبم از دردِ جدائی جان نمی ماند

لب تبسمهای دروغِ تو تسلی شد و رفت
یادِ رندان که درو انجمن آرائی هست
اضطرابی میکنم اما که پروا میکند
که عاشق گشت و چشمِ مرحمت از یار هم دارد

گریهٔ سر دهم و پیرهنی پاره کنم
بر دلِ شکسته ام دگر آزارِ من مکن
ناصح تو فکرِ نیک و بدِ کارِ من مکن

همین دل میتوانی برد و دلداری نمیدانی
هرچه یاد آباد میگویم با درد دلی
یک سخن گفتی و از چندین گمانم سوختی
از تو ممنونم اگر نزدیک محمل نگذری

خونِ مرا بخنجرِ آلوده ریختی

دویدن شیوهٔ سیل ست از دریا نمی آید
که با صد گونه حسرت بی تو باید زیستن تنها

هزار ساله وصالِ تو انتظارِ مرا

ورنه خصمی با غریبی همچو من دشوار نیست
غیوری این چنین با داوِ ناکامی سزا باشد

خواهم نظاره کرد اگر مرگ امان دهد

بدان ماند که عاشق گشته دامانِ بهار دارد
این بس که دل زمانی امیدوار گردد
باین شادم که بارِ محنتِ هجران نمی ماند

۱۰۸

صورتِ خوب ترا چهره گشایانِ قضا
ذوقِ یک لحظه وصالِ تو بآن می ارزد
صد ره از بزمِ تو گر رنجه روم باز آیم
چه خوش است از تو چشمی که روزی ما نباشد
ز فریبِ وعدهٔ امشب نزدیم چشم بر هم
برنگاهش بمنِ سوخته ندرد زِ وصال

قاتلی خونِ مرا ریخت که در روزِ جزا
او قاتِ خوش آن بود که با سایه بر

بجرم آنکه نمودم بذوقِ روزِ وصال
گر کشد صد ره مرا از ناز و استغنا کم است
تمنای که زو دارد دلِ امیدوارِ من
صد نگه جای که او باشد بهر سو میکنم
نمیگویم دلم او دارد اما این قدر گویم
از بسکه رفوز دیم و شد چاک
تو وفا با دگران کن که منِ سوخته دل
امشب بهیچ وجه دلم رو نمیشود
نگنجد نالهام در زیرِ گردون
صد تلخ و زهرِ چشم براهست و من
ای بادِ صبا طرب فزا می آئی
از کوی که برخاسته راست بگو

بخدا کار چو افتاد خدا ساز شود

می نمودند بکیدیگر و جان میدادند
اگر کسی تا بقیامت نگران بنشیند
اگر کشش شوقِ بلائیست که من میدانم
که بعجز خویش در آیم در صلح باز باشد
که شب امیدواری درِ خانه باز باشد
در شبِ هجر بلای است که من میدانم

نظر از نار بهنگامهٔ محشر نکند
آزرده ولی ز آتشم آنهم دگری داشت

فراق آنچه بمن میکند سزای من است
در خورِ حسنی که او دارد هنوز اینها کم است
تکلف نیست می ارزد به دیدارِ انتظارِ من
تا بتقریبِ نگاهی جانبِ او میکنم
گر من حال اندیدم بیشِ خود تا دیده ام او را
این سینه همه به بدو خلش رفت
زنده از بهر همینم که جفای تو کشم
گویا که خاطرِ کسی از من گرفته است
مصیبت خانه ام بسیار گست
دستِ جنون گرفته به بیرانه میروم
از طرف که امین کعبه یا می آئی
ای گرد بچشم آشنا می آئی

گرد قطره بدریا چو رسد با شود

میرزا جانی
حسن ... فیضی
۱۰۹

چو آدمی بجهان نیست دل بکه بندم
جنون چرا دل من سرگشته را بکوه و صحرا

عارضت خوب خطان پهلوی هم میگیرد
تغافل کردنت را عذر بسیار است میدانم
نشنیده در گوشی تو می‌سوزم
گستاخی بطالعم هست

ما عذر جرم اینکه چرا زنده ایم ما
رحم نکنند از تمثال خود آن شوخ
عشق ظالم دوست تا عاشق کشی بنیاد کرد

مژده ای دل که بشنید از گریه من شیدا را
گر غرورت نکشد کلفت هم صحبتیم
زهر غم هجر تو بجان کارگر افتاد

ازین رهست که بجدایی مبادا دل کسی باشد
شادم که از رقیبان دامن کشان گذشتی
ز آتش بگذران گر ملکی فکر سوز من
سراپا نازنین از تربتم دامن کشان بگذر

همسایه شنید ناله ام گفت
این کوزه چو من عاشق زاری بوده است
این دست که در گردن او می بینی

بیچاره که دل بنامهربان دهد
نفس رسید بآخر هوس نماند بجز این

کسی ز صفحه خالی چه انتخاب نماید
که هر سنگی ست فرهادی بهر خاری ست مجنونی

هر که مینی طرف سوی نکو میگردد
ترا با نگهبان عاشق دگر است میدانم
همچو اخگر زیر خاکستر
برگ از دست چرا نگردم

خواهم بسیم خوشت خانه تو آگر امان دهد
از عکس خطش تا برخش راه دو ماه ست
آنچه با پرویز می بایست با فرهاد کرد

نتوان نسبت بخاک که ره دریا را
نگه عجز مرا عرض تمنایی ست
امید وصال تو بعمر دگر افتاد

ز حسرت هر نگاه من نگاه واپسین باشد
گوشت خاک ما هم بباد رفته باشد
من آتش بجان چون شمع تا فردا نمیمانم
مبادا غافل از خاکم برآرد آرزو دستی

خاقانی را دگر شب آمد

در بند سر زلف نگاری بوده است
دستی ست که در گردن یاری بوده است

آخر در آرزوی وصال تو جان دهد
که نشنوم ز لب تو کاین مردن از برای منست

نوعی ساوجی
[illegible]
میرزا محمد علی حزین
۱۴۰
حکیم شفائی
[illegible]

تو ای صنم که مرا در دلی چه سود از این — که در میان من و دل هزار فرسنگ است

مارا وداع کرد دل و دین هر چه بود — الا سر نیاز که بر آستان بماند

بیم تیغم نیست لیکن این سر کم بخت را — دوست میدارم که زیر پای او بسیار بود

ای صبا خاک رهش آر در میدار بچشم — که بلا با همه زین سخت درون می آید

کرشمه چند کنی با من آخر این جا نیست — نمی دهد ز زمین آسمان نمی بارد

نخفت خسرو مسکین درین هوس شبها — که دیده بر کف پایت نهد بخواب رود

مرا تو عمری شاید اگر وفا نکنی — چرا که عمر گرامی کسی وفا نکند

یار میگوید که از عشقم نخواهی برد جان — میکند دعوی و ما را دل گواهی میکند

خسرو است و شب و افسانه یار و هر بار — عذری میگیرد و پس سر افسانه رود

کشتنی که عشق دارد نگذاردت بنسیان — بجنازه گر بیایی بمزار خواهی آمد

هر دو عالم قیمت خود گفته — نرخ بالا کن که ارزانی هنوز

مرا از بهر تو جنگ است با دل — کنون با من گرفتار تو یا دل

سوزی از یاد درخت پیش گلی خواهم مرد — من همان به که گذر سوی گلستان نکنم

کشت آن قوم که چون حال مرا گفتند گفت — یاد می آید که من روز پیش او را دیده ام

بگفتندش فلان مرد از غمت گفت — نخواهد مرد چون من جان اویم

افتاده بودم در رهش از ناگهان تا گفت این — گفتند بیار غمت گفتا نخواهد زیست این

وصیت میکنم گر بشنود ابرو کمان من — پس از مردن نشان تیر سازد استخوان من

زبان شوخ من ترکی و من ترکی نمیدانم — چه خوش بودی اگر بودی زبانش در دهان من

من از اشک سیلان را خنده می بیند آدم سوزنده — کنون بر بید بید تخمی که من میکاشتم روزی

کسی نماند که دیگر بتیغ ناز کشی — مگر که زنده کنی خلق را و باز کشی

خسروا روز دو است تو خود در گشتی — آه از آن روز که یارت وسه منزل برود

۱۱۱

هوشم ز مصاحبان و خویشان بردند
این کج کلهان مو پریشان بردند
گفتند چرا تو دل بنادان دادی
والله که من نداده ام ایشان بردند

صائب
میرزا جانی فغانی

تیغ از گلوی سوختگان تند نگذرد
آب از زمین تشنه بآهنگ کند گذار
زانسان شده ام خوار به پیش تو که هرچند
از جور تو کردم گله اغماز نکردی

ناهید ز من گناهی و شرمنده ام ز تو
به قتل چشم داری چه حاجت بهانه نیست
سیاه بختی ازین بیشتر نمی باشد
که مجلس دگری سوختن ز چراغ منست

مؤمن

ملا نظری قزوینی

دست آنها را ز گریبان اسیران برنداشت
آسمان تا سخت جانی همچو من پیدا نکرد

اجل نمیکندم قصد و جان میگوید
که روزگار حسرت کشان بمن دارد

در بزم او کسم به بدی هم نبرد نام
هرچند گوش در پس دیوار داشتم
دگر مباد نصیبم که نام عشق برم
بسی ست آنچه کشیدم من از محبت تو
ز بیم غمزه اش از دیده برون نمی بینم ز ترسم
بجز شخصی که از چمن گل چیند و از باغبان ترسد
وصیت میکنم قاصد چو باز آئی به پیش او را
اگر من مرده باشم یک بیک خاک من گوئی
درگه گر جانب ما بود تقصیری نرفت
چون و آمرزش که کار اوست تقصیری کند

خیالی

۱۱۲

چو طفل مریضم بمهد زمانه
بهر عضو دردی و گفتن ندانم

میر حیدر نصیبانی

بخت آنم کو که خواب آلوده برخیزی شبی
تا آرام شناسی و گوشی بفریادم کنی
تا بپای دار آمد از پیم شیون کنان
هیچ جا در حق من نخجیر تقصیری نکرد
ساقی بده آن باده که از هوش خود افتم
من بار خودم یکنفس از دوش خود افتم
رسید بر سر بالین تو وقت نزع یار
چراغ زندگیم شام مرگ روشن شد
بهر طرف که نظر میکنم چراغان ست
خدا زیاده کند داغ عاشقان ترا
آرزو دارم که بر سرم از تو بعد از تشنگی
بی سبب از خالق بیچاره رنجیدن چه بود
عوض بوسه نکویان دل و جان میخواهند
داده اند آنچه بمن تا شکی از ما گیرند

خواری تبریزی
باقر خلیل
میرزا فصیحی
میرزا فائق
سید حسین خالص

خالص

دیوانه برای سود و طفل برای ‏— یاران مگر این شهر شما سنگ ندارد

چون مرغ قبله نما بسکه بی تو ناشادم ‏— گشوده ام پر پرواز رفته از یادم

گویند صبر کن که ترا صبر بر دهد ‏— آری دهد ولیک بعمری دگر دهد

بعد مردن بتو معلوم شود رنج حیات ‏— رهرو آن لحظه بنالد که بمنزل برسد

هر که رخت سفر از دار فنا می بندد ‏— محمل داغ بدوش دل ما می بندد

دست من گیر که این دست همانست که من ‏— بارها در غم هجران تو بر سر زده ام

در آن نسخه که وصف لبت را بیان کنم ‏— جان در میان نهم که ورق زرافشان کنم

چو باید خجلت آهی برآید از دل چاکم ‏— پس از مردن شود ابری و گرید بر سر خاکم

وعدهٔ همصحبتان رفته روز محشر است ‏— دیر می آید قیامت گشت تنهائی مرا

دل نگیرد در خورش مرا از دلستان دیگران ‏— چون تواند زنده بودن کس بجان دیگران

ترا اگر آخر حسن است در اوائل عشق ‏— چه لازم است که مارا ز خود برنجانی

هزار دل شکند تا یکی درست کند ‏— فلک سلیقهٔ شاگرد شیشه گر دارد

طوق گردن یادگار حلقهٔ دام کسی ست ‏— همچو قمری از گرفتاران صیادیم ما

چشم بر راه نسیم خوش خبر داریم ما ‏— همچو بوی گل عزیزی در سفر داریم ما

دیدم بسر آن غزال دور گرد آمد مرا ‏— از طپیدنهای دل پهلوی درد آمد مرا

کاش در تاراج گلشن صید گلچین میشدم ‏— پیش از آن کز آشیان صیاد بردارد مرا

با چمن آسوده مرغان فوق پروازم کجاست ‏— بال خون آلوده بیرون ز دام آورده ام

سخت تر دامان سوزیم ای فصل بهار ‏— پرده بر عیب ما ز ابر پوشیدن خوش است

گل بدست گلفروشان رنگ بلبلان گرفت ‏— آب غربت نازپرورد گلستان را نساخت

دست گلچین قیمت لعل جام لاله و گل میکند ‏— باغبان در پای گلبن مست خواب افتاده است

لاف عشق ای لاله پیش جگر خونان خطاست ‏— سوز در روی نیست با داغ تو خون کرده است

۱۱۳

خار خارم گشت داد از دوستان سنگدل
آبروی دودمان تاک هم بخاک ریخت
نیست خسرو را غمی ملکش اگر بر باد رفت
جلوه گاه خوشخرامست خاک لاله زار
دیده تا میکرد سامان نگاهی خط دمید
میکند بلبل گمان باغبان صیاد را
خاک راه جلوه گاهی شو که خواهی خاک شد
بر دیده ام غنچه گشته بجوم ضعف مژگان
سوخت پیش از صبح تا خالی نبیند جای شمع
از خدا خواهم که ریزد دست گلچین همچو گل
تهنیت گویید بستان را که سنگ تخلب
سینه تا جا کرد ازان کربلای حسرت
فرصت یک گفته هم بی رحم صیادم نداد
شوق انتظار دشمن و تا آمدن گداز
رفتی و از اشک بلبل بر چمن طوفان گذشت
ما بذوق گریه مستی درین بزم آمدیم
تاک را سیراب سازد ابر نیسان در بهار
کسند آب بی جلوه گاه کیست حیرانم
نمک شناس اسیران چو از قفس رستند
خراش سینه ز نخجیر دل بدر آورد
بی تو پندارم که آتش در چمن افتاده است

توبه ام هر جا که این شکست و فصل گل گذشت
دختر رز را عروس حجله با مستان گرفت
آه ازان سعی که شیرین بر سر فرهاد رفت
آن حنائی نقشهای پی جابجا افتاده است
در میان بی نیازان بر که این بیداد رفت
مرغ دست آموز شاخ گل صیاد نو دام است
سر بپای سرو و بیخود در شدن خراج خسست
چون حلقه ماتم زدگان گرد شهید است
مرگ پروانه بر خود سخت آسان کرده است
در سماع مرغ زد ره از ناله بلبل گرفت
بر سر من آمد این آفت ز مینا گذشت
آرزوی کشته هر سو شهید افتاده است
بی مروت و لیکن از آشیانم بر گرفت
کافر مجنون نشسته بر ره کسی مباد
رو نه بر گل چون چراغان شب باران گذشت
می بده ساقی بقدر آنکه چشم تر شود
قطره تا می میتواند شد چرا گوهر شود
گر چون دیوانگان هر سو گریبان چاک میگردد
به تخل خانه صیاد آشیان بستند
کمان کشان بجه مغرور صیاد نشسته اند
دود بوی گل در دماغ غم پریشان میکند

۱۱۴

نیست در ملکِ خرابِ عشق آبادانیی
از جوانی تا به پیری شب و روز آورده است
باغ را از رخنهٔ دیوار می بینم مباد
بر سرِ من آمد و بسیار زود از من گذشت
چنان از قیدِ آن صیاد آزادی هوس باشد
مباش در پیِ مرغِ شکسته پر صیاد
بیا ای گلبن از آشیان می افگنم خود را
کسی در عاشقی هم پیشه چون من نخواهد
آشیانِ چند هم نگذاشت در ویرانه ام
سخت کوششهای صیادم بجان آورده است

عاشقان آبی بچشم از راهِ مهر آورده اند
فرصتِ یکی بما از بهرِ صحبت داده اند
باغبان تا در کشاید موسمِ گل بگذرد
دولتِ تیزی که میگویند شمشیرِ تو بود
که پرواز بلندم تا سرِ بام قفس باشد
رسد بپای گلی گر بآشیان نرسد
که ترسم برگِ گل بخاک ریزد تا پرم دید
خرم گر آب شیرینی بیادم کوهکن آید
خانهٔ صیاد آبادان که تقصیری نکرد
در قفس بلبل بگلگشتِ گلستان آورد

ای هما از سرِ بالی سر و سامان مگذر

سایهٔ بالِ تو بدنامیِ دولت گردد

دلم از سوزِ مرغانِ چمن بیتاب میگردد
چسان بینم که می را محتسب بر خاک میریزد
بگو ای شیخ که بر دل لعبه‌ای نگذارد
گل دمید از شاخ و بر خاکِ گلستان میطپیم

کنم چون یاد پای گل بچشمم آب میگردد
که سیلِ زند دلم سنگی اگر از تاک میریزد
گر تو به نامهٔ ما مهرِ میفروش ندارد
کو پر و بالی که جای آشیان پیدا کنم

بهارِ صحبت و شورِ جوانی

صفیرِ بلبل و بوی گلی بود

نوبهار آمد که سوزِ بلبلان پیدا کنم
نالهٔ بلبل گره نگشود از کارِ دلم
گل نشست از جوش و از شاخی صفیرم بر نخاست
متاب رخ انفسی تا بجای خود باشم
ذوقِ دلتنگی تو جدم در قفس آورده است

در دهانِ برگِ گلی گیرم زبان پیدا کنم
فصلِ گل آخر شد و باقیست آزارِ دلم
نیست بر بال و پرم بندی گرفتارِ دلم
چو عکسِ آینه نازنده از نگاهِ توام
بی خبر بند اردو اندازِ رهائی مکنیم

ملا درکی قمی

درین وادی که من میباشم آبادی نمیباشد
سیاهی میکند از دور گاهی چشم آهوی

چمن تو ای حسین که به قفس گشته دامنگیر ما
پاسبان ور زیر سر دارد سر زنجیر ما

زنده در عالم تصویر همین نقاش است
خواب غفلت همه را برده و بیدار نگهیست

ما را بمهربانی صیاد الفت است
ورنه به نیم ناله قفس میتوان شکست

یاد آن گریه مستانه که ابر از مژه ام
آب می برد و خیال لب دریا میکرد

جنون نه روز ازل بود قسمتم لیکن
از آنکه دیر رسیدم نصیب مجنون شد

کم از یوسف نه بیش صبا بکشا گریبان را
که در عهد تو هم یک چشم نابینا نشد روشن

میر ... تخلص

با شمع بگویید که مردیم ز غیرت
ما طاقت سرگوشی پروانه نداریم

۱۱۶

امشب ای دربان مهمان عزیزی آمده است
گر کسی احوال من پرسد بگو در خانه نیست

بران عاشق کشی بیباک مینازم که در محشر
اگر دعوی خون خود کنم باشند گواه من

همین بس کوهکن را با همه وحشی که از ما است
بر افروز رخ شیرین خسرو مضطرب گردد

نمیدانم چه سازم آه با جان غیور خود
که بهر دیدنش می میرد و سویش نمی بیند

ز درد تسلیم شو ای خسته گرانجانی چیست
گر نیاید به عیادت به عزای ام آید

دوش بر نقش غریبی نگه ها کردم که تو
همرهش گریان تر از اهل عزا می آمدی

خوش آنکه شب گذشتی و روز بر سرم گویی
که آه این چه کس است و که گشته است این را

راضی خوش‌نویس
عبدالرحیم خان‌خانان

بجرم عشق توام میکشند و غوغاییست
تو نیز بر لب بام آ که خوش تماشاییست

ادای حق محبت عنایتست از دوست
وگرنه خاطر عاشق به هیچ خرسند است

عظیم خان

آخر بهیچ خاطرش آزرده شد ز من
رشکی ببین که طالع دشمن چه میکند

رفیع

ستاره ایست در گوش آن هلال ابرو
ز روی حسن بخورشید میزند پهلو

حکیم ...

ای کاش مو ز رخ نفرستند و نپرسند
جز غم که ندارم سر سودای قیامت

تو ای غافل ز آتشخانه عشقی چه میپرسی
ببین از دور تا دود از کدامین خانه برخیزد

شب هجر بیدلی را که اجل رسیده باشد — بچه درد مرده باشد که ترا ندیده باشد
بره تو هر که بینم گذشت این عمر که سنگین — چه فریب خورده باشد بچه دل نهاده باشد
گمان نداشت که زار و دم کشد تغافل او — خیال کرد که من تاب این ستم دارم
شود از دیگران در خشم و بر من دامن افشاند — غباری هر دل از هر کس که دارد بر من افشاند
ز جهانیان ندارم بکسی بجز تو الفت — دگرم تو هم نخواهی سر بیکسی سلامت
کسی چگونه ز ره دل ز غم نگه دارد — خرابهٔ دل عاشق هزار ره دارد
رفتم از کوی تو ای خو بجفا کرده بگو — صرف اوقات بآزار که خواهی کردن
نیاز عاشقان معشوق را در ناز می‌آرد — تو سر تا پا وفا بودی که من بیوفا کردم
ز گرمیهای دوشین تو امشب یاد میکردم — سپند آسا ز جا بجستم و فریاد میکردم
بروز وصل از آن خاطر حزین دارم — که دشمنی چو فراق تو در کمین دارم
از خدا قرب تو آن روز که میخواست رقیب — کاشکی آزادی ما نیز تمنا میکرد
زلفت بخط سپرد رضی عهد دلبری — خوبی ازین دو سلسله بیرون نمیرود
خوشم به تنگی دل غنچه‌سان که خندهٔ گل — بمنت دم سرد صبا نمی‌ارزد
حسن تا دید ترا دست ز یوسف برداشت — باغبان تربیت گلبن نوخیز کند
با چنین بختی که خود هم دشمن جان خودم — ساده لوحی بین که خواهم دوستدار من شود
در بزم از آن به پهلوی خود جا دهد مرا — تا راست سوی او نتوانم نگاه کرد
هرگه بناز رو بچمن خنده میکنی — گلهای باغ را همه شرمنده میکنی
نقش قدم گرم‌روان آبله دارد — دل سوخته چشم برین قافله دارد
اول عشق تو بجز اشک سامان داشتم — این زمان چشمم بصد خون جگر تر میشود
سرم بنعش رسد گر زمانه بیمهر — بقصد آنکه بخاکم فگنده بردارد
برادرانه بیا قسمتی کنیم رقیب — جهان و هرچه در وست از تو یار از من

محمد رضای ... · بنائی ... · کاشی · اسیری · رشید ... · ۱۱۷ · قاضی ... · روشنی ... · ... · میرزا سعدالدین رازی · میرزا محمد ... · مرحوم ...

رمید خاطرم از هرچه هست در عالم / بغیر یار که او عالمی دگر دارد
چون گلرخان بجانب عشاق رو کنند / صد چاک دل بتار نگاهی رفو کنند
در کعبه اگر باده خوری جرم ندارد / اندیشه مکن صاحب این خانه بزرگست
فضای کنج قفس دل نشین افتادست / وگرنه در همه جا آب و دانه بسیارست
گفتم به بلبلی چکنم در فراق یار / از شاخ گل بخاک فتاد و طپید و مرد

بیدرد را دوا و مراد ره میرسد / روزی بقدر حوصله مرد میرسد
هر که یکدم سر هم صحبتی ما دارد / گردم تیغ بود بر سر ما جا دارد

جز دم تیشه فرهاد که از خون میریخت / هیچ کس اشک فشان بر سر فرهاد نبود
مطلبم یار دگر در خاک و خون غلطید نیست / گر بگیرم روز محشر دامن قاتل بکف

بیابان بلا خاری ندارد / که از دامان من باری ندارد

محبت را پس از قطع محبت لذتی باشد / که شاخ نخل پیوندی به از اول ثمر گیرد
تنها نشسته ایم و طلبگار خون خودیم / مکتوب اشتیاق بعنقا نوشته ایم
بگذشت مست و گفت که من کیستم بگو / گفتم باو که صاحب من می شناسمت
ای جرس این همه فریاد ز دلتنگی چیست / شکرها کن که دلت جای طپیدن دارد
چها کنم دل او گر شود بغم مائم / جنون بسر زده را دست من بسنگ مباد
تا قیامت دگر آن کشته نگیرد آرام / که دلش زخم دگر خواهد و قاتل برود
طالع شهرت رسوائی مجنون بیش نیست / در ره طشت من و او هر دو زیک بام افتاد
گرم چو رشته لباس از گهر بپوشانی / برآورم سر خود در آسمان بعریانی
دل دیوانه خود را بزلف یار می بندم / اگر عاشق شدن کفرست من زنار می بندم
بندگی گفتیم تمیز کعبه و دیرم کجاست / دیده ام هر جا دری آنجا سجودی کرده ام
بخت گر در خواب یکشب همدم یارم کند / دل طپید از ذوق چندانیکه بیدارم کند

محمد [illegible]
محمد [illegible]
رفیقای املی
سلطان [illegible] بیگ [illegible]
رشیدی زرگر
۱۱۸
محمد [illegible]
محمد رضای کشمیری
[illegible] خان [illegible]
[illegible] بیگ [illegible]
[illegible]
[illegible] خان [illegible]
[illegible]

[illegible]

نسبانِ چشمم که گرید زرد بهر عضوی — غمی بهر که رسد میکند ملول مرا
گر پیشِ نهالِ قدِ او جلوه طراز است — عذر گنهِ سرو همین قد دراز است
لحظهٔ آینه از وصلِ تو محروم نشد — میتوان گفت که اقبالِ سکندر دارد

جامی

راهب خُمِ باده پیرِ دیری بودست — پیمانه حریفِ گرم سیری بودست
این مشتِ گلی که گشته خشتِ سرِ خم — میخوارهٔ عاقبت بخیری بودست

[illegible]

اشکم ببین ز دیده چه بیتاب میرود — تا چشم کار میکند این آب میرود
گویند مردمان غمِ دیوانه می خورند — دیوانه هم شدیم و غمِ ما کسی نخورد
صد نامه نوشتیم و جوابی ننوشتی — این هم که جوابی ننویسند جواب است
چه آفتی تو ندانم که در جهان امروز — محبتِ تو دو کس با هم آشنا نگذاشت

119

بجنگ کوش که دشنام رو برو بر من — هزار بار به از بوسه به پیغام است
همنشینیم بخیالِ تو و آسوده دلم — کاین وصالیست که در پی غمِ هجرانش نیست
پس از عمری که بهرِ پرسشِ بیمارِ ما می آید — غمِ خود با که گویم همرهِ اغیار می آید
چنان بدوستیم خواهم اعتماد کنی — که صد ستم کنی و عذر خواهِ من نشوی
آخر مهر و محبت نه همین سوختنست — تا چها بر سرِ خاکستر پروانه رود

[illegible]

روزِ اول که باستاد سپردند مرا — دیگران را سبق آموخت مرا مجنون کرد
به پیوند دوستی تو از آن پاره میکنیم — تا باز دوزم و بتو نزدیک تر شود
چه سود از آنکه حریمِ دلم نشیمنِ تست — که در میانِ من و دل هزار فرسنگ است
گر بپرسند بحشر ز لبِ خونخوارش — سببِ قتلِ من از خنده جوابی دارد
بسوی مصر نیاید نسیمی از کنعان — که وا متی نزند آتشِ زلیخا را
خود فروشی باشد ار گویم نمی ارزم بهیچ — لیک بر جانم گرانی دارد ارزان زیستن
عذرِ ستمی خواست که خون در جگرم کرد — میخواست تلافی کند آزرده ترم کرد

یک ناوک کاری ز کمان تو نخوردم | هر زخم تو محتاج بجز دیگرم کرد

ترا به نکهت پیراهنی مضایقه نیست | دلی بطالع ما راه کاروان بستند

زکی از بجوی بهای جرس رسانده انستم | گره گم کرده تیر در پی این کاروان دارد

گر دل از عرض نیازم بمرادی نرسید | این قدر شد که ترا بر سر ناز آوردم

دلم بحسرت آن مرغ ناتوان میرد | که در قفس بتمنای گلستان میرد

زکی دیار محبت غریب مملکتی ست | درو کسی که به پیری رسد جوان میرد

نخواهی کرد یاد از خار خار سینه چاکم | مگر روزی که گیرد دامنت خاری سر خاکم

نه نکهتی ز گلی نی خراشی از خاری | درین چمن بچه دل خوش کند گرفتاری

بدخو مکن بوعده وصل اهل درد را | بگذار تا بمحنت هجر تو خو کنند

بیک شب چه عشرت توان کرد با تو | تماشا کنم می خورم راز گویم

رحمت کن بکار خود امروز که فردا [illegible] | گرم رفتن چو شوی [illegible] بر لب تشنه ران کرد

با چنین لعل لب سیراب بر من بگذری | تشنه ام ناگاه خود را بر زلالی میزنم

دوست میدارم من این نالیدن جانسوز را | تا بهر نوعی که باشد بگذرانم روز را

حدیث عشق چه داند کسی که در همه عمر | بسر نکوفته باشد در سرائی را

دلی که عاشق و صابر بود مگر سنگ است | ز عشق تا بصبوری هزار فرسنگ است

دلی از سنگ بباید بسر راه وداع | که تحمل کند آن لحظه که محمل برود

خبر ما برسانید بمرغان چمن | که هم آواز شما در قفسی افتاد است

سعدیا این همه فریاد تو بی چیزی نیست | آتشی هست که دود از سر آن می آید

بلطف دلبر من در جهان نبینی دوست | که دشمنی کند و دوستی بیفزاید

دو عالم را بیکبار از دل تنگ | برون کردیم تا جای تو باشد

گفته بودم چو بیائی غم دل با تو بگویم | چه بگویم که غم از دل برود چون تو بیائی

زلالی [illegible]
زینتی [illegible]
زین خان کوکلتاش
سید حسن [illegible]
۱۲۰
زمانی یزدی
شیخ سعدی علیه الرحمه

مردمان منع کنندم که چرا دل به تو دادم
باید اول به تو گفتن که چنین خوب چرایی

سعدی از داغ جگر پنبه مکش
مگشا روزن آتشکده را

ز من مپرس که از دست او دلم چون است
ازو بپرس که انگشتهاش در خون است

دی زمانی بر سعدی بتکلف بنشست
فتنه بنشست چو برخاست قیامت برخاست

سعدیا نوبتی امشب دهل صبح نکوفت
یا مگر صبح نباشد شب تنهایی را

برگ گل نیست که افتاده بطرف چمن است
پنبه داغ دل بلبل خونین کفن است

تنم از ضعف چنان شد که اجل جست و نیافت
ناله هر چند نشان داد که در پیرهن است

گاهی ز دل بود گله گاهی ز دیده ام
من آنچه دیده ام ز دل و دیده دیده ام

چشم سرمست ترا عین بلا می بینم
لیکن ابروی تو چیزیست که بالای بلاست

کاکلی مشک فشان آید قد رعنای او
تا نه بیند دیده غیری نشان پای او

عاقبت سر زگریبان تو بیرون آورد
بوی پیراهن یوسف ز جهان گم شده است

آزرده شد از چشم من امشب کف پایت
ای مه ای کف پای ترا چشم رسیدست

مردم از غم سخن از زلف خود چند کنی
این نه حرفیست که گویی و شکرخند کنی

بقتل من کشد شمشیر نی از بیم جان ترسم
که طفلست و چو می بیند کشته ام ترسد ازان ترسم

عاشق و سامان چو بی شیر و تقصیر بیستون
خنده بر بازیچه فرهاد می آید مرا

ز بزم وصل تو امشب نمیتوانم خاست
که بیم هجر تو سر در کنار من دارد

ندانم آنکه بدرگاه کعبه رو آرد
بعذرخواهی آن خاک آستانه چه کرد

کنون که دل ز تو کندم وفا چه فائده داد
نوازش دل بی مدعا چه فائده داد

کارم گهی ستمگری و گه شکست ابروست
بباب عشق هر چه کند حق بدست اوست

بخون خلق دلیست زانکه در محشر
بیک کرشمه ببندد زبان دعوی را

از قتل من مترس که دیوانیان حشر
مجرم کنند مهر تو صد دادخواه را

سلمان ساوجی

۱۲۱

میر محمد کاشی

کمال الدین بخاری

نگذاری که غباری بدلم بنشیند
نالهٔ من شده گر باعثِ دردِ سرِ تو
در معرکهٔ جهان منِ شیدائی
دیدم گرد دردِ نبود بیدار کسی

گر بدائی که چه ذوقست ز آزار مرا
دستِ دل گیرم و بیرون روم از کشور تو
چشمی بگشادم از سرِ بینائی
من نیز بخواب رفتم از تنهائی

کلامی

نه تابِ دیدنِ روی نه طاقتِ شکیبائیست
در روزگارِ عشقِ تو من هم فدا شدم
چشمم براه هند میخواران که کی باران شود
اینم دیت بس ست که هنگامِ بازخواست
غریبِ شهرِ توام من بگشتن مراد مترس
وقتست که چون صبح ببالینِ من آئی
من آن نیم که نسیمِ گلم فریب دهد

تو چون نقاب کشی رحم بر تماشائیست
افسوس کز قبیلهٔ مجنون کسی نماند
ابر میخواهند مستان خانه گو ویران شود
نعشم بر آستانهٔ قاتل نهاده اند
که هیچکس بدیارِ من این خبر نرساند
شمعِ سحرم یکدو نفس بیش ندارم
باشنائی بلبل اگر بباغ روم

۱۲۲

ملا سیری خیرآبادی

اگرچه فاش نگردد سرت نمیگردم
رقیب تا نبردی بوادیِ وصلت

دلی ببین که بگرد دلم نمی گردد
بجای پا همه جا سر نهاده آمده ایم

فریدون بابق

هرچه دیدم من ازین دشمنِ جانی دیدم
قاصد بخدا آن بتِ عیار چه میگفت

غیر دل روزِ جزا با دگرم کاری نیست
قربانِ زبانِ تو بگو یار چه میگفت

..

با آن رخِ زیبا که در آئینه نظر کرد
رسید قاصدم از پیشِ یار و میگوید
من نمیدانم که دل میشود از غم یا جگر

خود نامِ خدا نامِ خدا میکند امروز
گرفت نامه و از بیم دربپیچ نگفت
آتش افتاده است در جائی --

نادم تبریزی

صائب سنجر

خرابم میکند در می پرستی همتِ مینا

که گر یک ساغرش کمتر دهی نامردمی نبود

چون گرفتاریِ من دید ترحم فرمود

که دگر دام نسازند و قفس نفروشند

ملا سالک یزدی

در هوای عشق پروردم دلِ دیوانه را
ننگِ ناموسِ جنون در گردنم افتاده است

چون سپند از بهرِ آتش سبز کردم دانه را
نیست مجنونی که بسپارم بپا زنجیر را

جواب نامهٔ من غیر نا امیدی نیست
ز دست سودن بال کبوترم پیداست

دل محمود شد اسیر ایاز
کار خود کرد عشق بنده نواز

مسیحا چارهٔ درد محبت نمیداند
بیارید ای عزیزان سرم خشت بیماری

مجنون خموش ناقهٔ لیلی بهر قدم
عرض نیاز را او بزبان جرس کند

تا چند دیر و کعبه مخوان این فسانه را
همچون کمان حلقه یکی کن دو خانه را

در چمن دوش صبا بوی تو سودا میکرد
گل بکف داشت زر و غنچه گره وا میکرد

آیینه بکف گیر که از رشک بمیرم
در کشتن من حاجت شمشیر ندارد

هما ز تسلیم مرا خشک و ناتوان دید است
هنوز لذت این استخوان نمیداند

گرم آتش بازیم چون [illegible] طفلی
گفت این محبت مشوخ [illegible] میکند

میر دمی ست تغافل [illegible] خاک سلیم
خاکساران تو ای شوخ دعا میگویند

میتوان و از تغافل نگاه کرد آشنا
دو سه روزی نطلبید کرد دل [illegible] دست ما

گاهی گذری جانب ما [illegible] هم
مجنون [illegible] اخرابه هست

چین بر جبین ز جنبش هر خس نمیزنند
دریادلان چو آب گهر آرمیده اند

بدعوی‌گاه محشر بسر من شور رسوایی
میان ما و مجنون گفتگو بسیار خواهد شد

از زمین بیرحم صیادان [illegible]
گر آتش میزند از بهر یک نخچیر صحرا را

استخوان کمن مجنون تفاوت میدار
ای هما چاشنی درد فراموش مکن

تن مده اختلاط حسیان را
جامهٔ تنگ زود پاره شود

دل از کف داده‌ام اما امید [illegible]
کسی این نسخه از من برده است و رفته از یادم

در عدم هم ز عشق شوری هست
گل گریبان دریده می آید

در ته خاک نیز راحت نیست
سبزه دامن کشیده می آید

عالمی از بسکه جاسوس اند بدنام ترا
از صبا چون بوی گل گیرند پیغام ترا

۱۲۳

محمد افضل سرخوش

میرزا جلال الدین [illegible]

فزود چشم تر من شکوه خوبان را
کنار آب درخشیدن کند چراغان را

شد روز دل سیاه چو برگشت داغ ما
ماتم گرفت خانه بمرگ چراغ ما

ما را جدائی از تو پس از مرگ هم بلاست
گریان رود چو ابر ز کویت غبار ما

یکبار از میان دو عالم بر آمدم
آخر چو تیغ تیز بریدم نیام را

بعد از وفات هم نشود کم جنون ما
چون تخم زیر خاک نگنجد جوش جنون ما

نهان ز ضعف چو گرد است در میان هوا
در تن خرقهٔ پشمین وجود خاکی ما

کاش بودی اعتبار صورت دیبا مرا
تا شدی در زیر پای نازنینی جا مرا

شور محشر کرد صحرای قیامت باغ را
دیدهٔ نرگس از آن چون اهل محشر بر سرست

اگرچه شمع قد آن بتم در آغوش ست
هنوز دور چو فانوس از بر و دوش ست

کدام ماه جبین دوش مجلس آرا بود
که شمع از در فانوس در تماشا بود

این سخن در زبان نگین دل که دعوی میکنند
چون نگین از حرف مردم نام پیدا میکنند

بدور خط او عاشق ازین بدنام می افتد
که طشت آفتاب از بام گردون شام می افتد

شد ز اشکم رفته رفته دیدهٔ گریان سفید
میکند ابر سیه را عاقبت باران سفید

ز پیکان خدنگش بسکه دارد رخنه اعضایم
مشبک سایهٔ من بر زمین چون دام می افتد

آیینهٔ شکستهٔ دل پیش روی یار
صد جا بیک نگاه گرفتار میشود

جدا از روی تو آیینه دلی دارم
کز اضطراب چو سیماب پاره پاره شود

خیال نوش لبان پا نهد بسینهٔ من
با آن کرشمه که شیرین به بیستون آید

چو میر در زنده دل نبود غم از تاریکی گورش
که بیرون می آید همچو فانوس از کفن نورش

باز شد چشم دلم از پستی مقدار خویش
عالمی را دیدم از افتادن دیوار خویش

ما گرفتاران شدیم از اتحاد اجزای هم
همچو بند نیشکر داریم سر تا پای هم

نباشد بی رقیبی عاشق آزاری نکورویی
سگی افتاده می بینیم بدنبال هر آهوی

124

خواهم لبسی بعرض تمنا گریستن
هر لاله خونین دل اجاگی بود دست
این باده که تشنه بخورش امروز
مقصود دو جهان مهر و ثنا است یکی
در دیده محمد و علی فرقی نیست

چون چشم پل ابره بود دریا گریستن
هر برگ گلی اگر بن پاکی بود دست
دیروز جگر گوشه تاکی بود دست
رهبر دو بود ولیک راه است یکی
گر چشم دو تا بود نگاه است یکی

سر گذشت شب هجران تو گفتم با شمع
آن قدر سوخت که از گفته پشیمانم کرد

دل باخته عشقم گفتم غم دنیا را
تصدیع مکش مهمان من خانه کجا دارم

چکنم خاطر صیاد عزیز است مرا
ورنه از کشمکش دام به تنگ آمده ام

هر کس که شبی نشست با تو
بسیار بروز ما نشیند

از جاک دل نظر برخ یار میکنم
سیر چمن ز رخنه دیوار میکنم

تا کی گشتی آزاری طبل و علم
سرگشته مشوی در طلب خیل و حشم

تا چند چو فانوس خیال از پی هم
گردد بدل تو فیل و اسپ و آدم

فریاد ای از سر کوی تو بگیرم
فریاد نا توان تو امروز دیگر است

خود فروشی تا بکی ای نافه پیش زلف یار
آخر از موی سفید خویشتن شرمی بدار

رفتی و سراپای ترا سیر ندیدیم
داغی بجگر ماند ز هر جای تو ما را

با هر که بنشینی چو بپرسیم کیست این
گوید که این نه عهد قدیم آشنای ماست

نیست پای رفتنم از بزم وصل او مگر
شمع سان آرند بیرون سوخته زین محفل مرا

با من سخن از فرقت دلدار مگوئید
از مرگ سخن بر سر بیمار مگوئید

از شادی بسیار مبادا که بمیرم
با من سخن وصل بیکبار مگوئید

چند همراه رقیب آید و از من گذرد
چند غم بر سر آرد دل دشمن گذرد

نبوده غیش از این هرگز خبر از عشق اغیارش
ز بس بردم گمانهای غلط کردم خبردارش

هر نگاهش بمن سوخته در روز وصال
در شب هجر بلائیست که من میدانم

رباعی

رباعی

[illegible]

۱۲۵

[illegible]

خوش آن ساعت که پنهانی بروی یار میدیدم
چو میگردد نظر سویم سوی اغیار میدیدم

ترا ای مه بیوفا می‌شناسم
بنوعی که هستی ترا می‌شناسم
چگونه شوم شاد از وعدهٔ تو
که من طالع خویش را می‌شناسم

گذشتم از سر و گفتم بنازم این قدرت
کشید پا ز من و گفت نازم این قدرت

کی غم عاشق ز سیر باغ و صحرا میرود
عشق تا با اوست غم با اوست هر جا میرود

ز گردون مرگ میخواهم حیاتم میدهد آری
فلک بسیار ازینسان لطفهای بیمحل دارد

آنچه دل از بیم آن میسوخت در هجر بود
آخر از ناسازی گردون بآن هم ساختم

چشمان من بروی تو و عاشقی چنانند
کز رشک یکدگر را دیدن نمیتوانند

دمی که درد دل خویش خواهش گویم
کند بناز بنوعی نگه که نتوان گفت

خوش شبی گر تو سرم در ته پایت نازم
تو زدی بر سر من پای و گفتی سر کیست

خوش آن زمان که نکویان کنند غارت شهر
مرا تو گیری و گویی که این اسیر منست

خوش آن شبی که در آغوش گیرمت تا روز
بزیر پهلوی تو دست من بخواب رود

شرمندهٔ ز طعنهٔ مردم برای من
خوبی تو بلای تو هم شد چه جای من

زمام از دست لیلی در ره وادی ناقه کاری کن
سر خود گیر و بر مجنون سرگردان گذاری کن

تیرت گذشت از تن بهچون خیال ما
این خود گذشت فکر دگر کن بحال ما

به میدروان نشینی کی فتد بر من نگاه از تو
نه درد عشق میدانی نه قدر حسن آه از تو

شنیده‌ام که ز اغیار تنگدل شده
ز جور ما که همی کرده خجل شده
بختم اگر تلافی غمهای من کند
یکروز خوش بهر دم عالم نمیرسد

هر ذره ز خاکستر من در کف آهی ست
چون سرمه که در رهگذر باد فروشند

طوفان گریه که مرا بی تو هر دم ست
وصل از بعمر نوح تلافی کند کم ست

ز خط زائل نگردد جانفزائی لعل جانان را
ز خاصیت نینداز د غباری آب حیوان را

۱۲۶

فریاد ز چندین دلِ پر درد برآورد

ناله که می‌شنوم سخت غریبانه مگر

قسمتِ خویشتن از جنتِ نظارهٔ دوست

دوشم که دیده نور ز شمعِ وصال داشت

بنشست آن قدر که ببینم رخش درست

تا ابد مایهٔ رشکِ دلِ پرویز بود

سینه بر خنجرِ او زان که نهادست بپا

پیِ مرادِ دل از جای بر نمی‌خیزم

این که گامی دو سه زد ناقهٔ لیلی بغلط

کم کن ای شاپور از زنّارِ زلفش گفتگو

تنِ آن رشکِ گل ای یوسف ببین عجب موجود

ناتوان شاپور را امشب که پیش آمد که باز

بوفای دو سه روزش مرد از ره شاپور

حالِ مرغیست دلم را که باندازِ چمن

ز دستِ بوالهوس خواهم ز کویِ او روم لیکن

چه خورم حسرتِ پروازِ گلستان ای کاش

امشب ای همنفسان در سخن آیید که من

به گلشن که با این نغمه پردازی وطن گردم

تا کی ملامتِ مژهٔ اشکبارِ من

کشت مرا تغافلت چو شدی دو چارِ من

فدایِ تندیِ خویش شوم که چندانی

در کوی تو هر جا که نهادیم قدم را

مرغِ بیبال و پری و قفسی افتادست

همه کس یافته شاپور مگر آدم نیست

این غیرتم بسوخت که پروانه بال داشت

چشمش ز انکار و اش صد خیال داشت

نقشِ شیرین که بمرگ از دلِ فرهاد نرفت

تا نفس هست آزده دلِ کشته بقاتل جهد

که بختِ خفته سر اندر کنارِ من دارد

آسمان تا چه بلا بر سرِ مجنون آرد

این سخنها آدمی را زود کافر میکند

که طرفِ دامن از خجلت بجا پیرهن تو شد

میکند فریاد سر بر خشتِ بالین میزند

که همین است جان آفتِ جان خواهد شد

ز آشیان آید و در دام گرفتار شود

چو جوش از جای برخیزم اگر صد بار بنشینم

بگذارند که کنجِ قفسی گرم کنم

با دلِ خستهٔ خود وعدهٔ افغان دارم

زیارتگاهِ مرغانِ چمن شد آشیانِ من

یکبار بهم نصیحتِ چشمِ سیاهِ خویش

یافته که عاشقم وای بر روزگارِ من

که زارتر ز غمم دید و رحم کمتر کرد

١٢٧

چشم یعقوب بره چشم زلیخا در پی / نکهت مصر درین بادیه سرگردانست

زمین عشق بگو نیست صلای گل کردم / تر خصم کرده ز ما دوستی تماشا کن

آزردگی اهل مروت پیش تو سهل است / باید که دل بوالهوس آزرده نباشد

ز من بغیر خیالی نمانده است هنوز / بخاطرت چو رسم از من احتراز کنی

بجرم آنکه شبها در سر سیاه جانانرا / بزندان کرده ام در تنگنای سینه افغانرا

دل گفت یا نصیب وز دست جنون بود / چاکی که از برای گریبان نگاه داشت

تو عاشقی امروز دو چارم شد و مردم / کز داغ که میسوخت که مژگان تری داشت

امروز شد ار زانی ما تا چه شود باز / آن لطف که دیروز بحال دگری داشت

گفتم بحرم محرم این خانه کدام است / آهسته بمن گفت که بیگانه کدام است

من آن نیم که فکر تلافی من کنند / این خندهای زیر لبی عذر خواه کیست

دل با آن درد و نه بندیم که چون زخم ... / بر در وصل بدریوزه درمان برود

فنا داز زخم دل مرهم هماتا / زنبرم یار شفائی نمیم و مرهم / بسهو از کوچه مرهم گذشته است / شوم دو چار بهجر بگیه در سراغ است

تو آن نه ای که از ته دل یار کس شوی / این یکدو روز لطف زبانی غنیمت است

بنیاد آنم که دل را از که این جلوه بستانم / ربودند از هشتم چندانکه مسکین از میان گم شد

چه بلا بر سر نازل زشفائی خوبان / که بما وعده دیدار بمحشر ندهند

حال آن مرغ چه باشد که پس از گل تا جا / غنچه دل بخس و خار گلستان نبود

گرمست درجفا دل ای بیخبران مکن / شرمنده ام که حوصله محنتم نماند

آن بیمروتی که تو هر روز میکنی / تا حشر میشود گله پامال میشود / خود را دهم فریب که فردا ... / امروز را خوش است که ... جفا کنند

بپرستاری ندارم بر سر بالین بیماری / مگر در دم ازین پهلو بآن پهلو بگرداند

۱۲۸

باین شوخی نمیدانم چه خواهی کرد مستوری — گر گر جائی دو چار خود شود بدنام میگردد

مرغی چه همای دل من گشته شکارت — شکرانه این صید بهی کن قفسی چند

نیست همراز یکه بجوان شیشه ساعت دمی — سر بهم آریم و یکساعت دلی خالی کنیم

دلم از بدگمانی تا بصد ره افگند قاصد — حکایت گوید و عمداً در اثنای سخن خندد

جاودان گر بدلم خانه نسازی باری — باش چندانکه دلم بوی وفا بر دارد

شهرت نمک دعوی عشقست وگرنه — زان گونه توان زیست که جانانه نداند

باین دو روزه حیاتم سر وفای کسی ست — که گر بقای ابد باشد او وفا نکند

رشک کاری کرد با نفسم چون من بیش دل — می برم نام وصالت بر دهانم میزند

وفای شمع را نازم که هر شب میکند روشن — چراغ چشم در راه تربت پروانه میرسد

نشد فرصت که چندان الفت از وصل تو گیرم — که در ایام محرومی من و دل را بکار آید

دلم بحسرت دیدار باغ میشود — که بر امید وفای گل آشیان بستند

نیست همدردی که پیش او تهی سازم دلی — میروم تا گریه بر تربت مجنون کنم

کار می نیست فروغ رخ عالم سوزش — این چه داغیست که از خون من افروخته است

بغلط هم نزد و بر سر مجنون لیلی — عاشق این بخت ندارد که بمن ساخته اند

من خود نمیگویم که بس اما تو خود انصاف ده — یک زخم الماس این همه یکجان آزار این قدر

ز در کرد نگاهی که رقیبت نپسندد — قربان سر ناز کن و سوی من انداز

منکه صد ساغر بی التفاتی میکشم — این تقرب کو که گویم باده با دشمن مکش

تا بکام جبهه دل نقش پای خویش کنم — بیش ازین نتوان نشان مجنون بود عشق

بحسرت دیده از نظاره دیدار می بندم — نگاهی در راهم کن که امشب بار می بندم

غافل ز بس شدیم ز کویش دم وداع — دل را ز اضطراب هما نجا گذاشتم

به گمانم من و از بهر تسلی خواهد — عذر آن طور که سوزد به گمان دگرم

۱۲۹

چون لب از قصهٔ اظهار مطلب وا کنم

این چه انصافست آخر کن تمنای مرا
خواهم هزار دل که یکی را چو رد کنند
بهر جانی نتوان واداز آن گشته نیم
آبرو در نظرِ شکوه مرا هیچ نماند
امشب ز یار رخصتِ آهی گرفته ایم
عجب متاع عزیزیست این وفاداری
مرومی موقوف بر شبهای یکی یکطرف
تو بجلوه چون درآئی اجل از سر ترحم
ای غم تو اگر خاطرِ ما سهل گرفتی
ای کاشکی گمانِ خریدار بردمی
در حیرتم که آینه نهادیت زکف
خورشید رخی آز تو سهائی از ما
تقسیم چنین شد ستاره روز ازل
کامی ندیدم از شب وصلت که داشتم
لائق مجلس نیم لیک از برای چشم زخم
شبهای هجر اگذرانیدیم وزنده ایم
دوریم بصورت ز تو نزدیک بمعنی
اسیرِ عشق گرفتارِ بندِ تقدیرم
گهی بروی تو گاهی بسوی گل نگرم
چرا در آتشِ سوزان نسوختند مرا

بزبان نگهِ گرم تماشش گردم

منکه رسا ضمنی از نگاهِ زیر مژگان میشوم
بستانم و بدستش از آن بهتری دهم
که بدامانِ تو در روزِ شمار آویزم
بسکه نزدیک لبش بردم و باز آوردم
دستورِ عاجزانه نگاهی گرفته ایم
که مفت هم نخریدند هر کجا بردم
بمروت لائقِ پنهان نگاهی نیستم
همه جا کند منادی ز تو احتراز کردن
ما از تو نرنجیم که دیرینهٔ مائی
تا دست گل گرفته ببازار بردمی
فریاد میکند که تو شیدای کیستی
جمشید وشی از تو گدائی از ما
بیگانگی از تو آشنائی از ما
چشمی بجانبِ تو و چشمی بسوی صلح
شاخِ خشکی نیز در کار است بستانِ ترا
ما را بسخت جانیِ خود این گمان نبود
مانند دو مصرع که نهم فاصله دارم
چو شیر از دو طرف میکشند زنجیرم
کند مقابله کس چون کتاب را تنها
بدست همچو تو کافر فروختند مرا

۱۳۰

وقت مردن آمد و من قاتل بدست آید مرا — آخر عمر آرزوی دل بدست آید مرا

ز قلم بنوعی سخن میکند — که گوئی مراد دیگری گشته است

یک جور را هزار دلیل آورد بعد — یارب که دلربای کسی نکته دان مباد

با آن بیرحم خواهی گفت از بهر خدا قاصد — که گاهی ای وفا بیگانه من هم آشنا بودم

دست من گیر که این دست همانست که من — سالها در غم هجران تو بر سر زده ام

زیاده دل من هیچ گوشه خالی نیست — کدام سنگدل این شیشه بر زمین زده است

بباغ میروی و همچو بید میلرزم — که از شگفتن گلها بتو هوا برسد

با هر که حرف دوستی اظهار میکنم — خوابیده دشمن است که بیدار میکنم

ماه من مست برون آمده شب سیر کند — طور بد پیش گرفته است خدا خیر کند

یک نفس مشتاقی داشت دلم گل زد و برد — مصرع ناله ز من بود که بلبل زد و برد

مرا از الفت ز دام آزاد خواهد کرد میدانم — دلی بعد از زمانی یاد خواهد کرد میدانم

پیاله نقش دگر زد در رخ فرنگ ترا — شراب و دغن گل شد چراغ رنگ ترا

دور از چشم تو نگشاید دل از بستان مرا — می نماید ترکش پر تیر نرگسدان مرا

مانی چو نقش آن بت بدست میکشد — چون میرسد بساعد او دست میکشد

همچون جرس ز دوستی یار یگانه ام — فریاد خیزد از در و دیوار خانه ام

نمیخواهد دلم زخمیکه با مرهم بود کارش — من و آسایش دردی که از درمان بود عارش

آن بخت نداریم که هم بزم تو باشیم — ما و سر راهی تو و آهی و نگاهی

زان دهان و زان میان بوس و کنارم آرزوست — نیست چیزی در میان من صد هزارم آرزوست

دارم دلی که دارد هر ذره اش هوایی — چون خرقه گدایان هر پاره از جایی

فتنه بازاری چشمش داشت پیشم گرچه است — گفته آشوب از برای روز محشر میکنم

بسکه در سر هوس روی تو دارد دیده — پشت سوی من و رو سوی تو دارد دیده

۱۳۱

دردِ دل گفتم تغافل کرد خواری این ببین | گریه کردم خنده زد بی اعتباری را ببین
صبر کردم سر کشید و شور سر کردم رسید | شکوه کردم رنجه شد ناسازگاری را ببین

تا کی بباغِ وصلِ تو از بیم مدعی | گلهای ناشگفته بجیب و بغل کنم
دلدار چه بی وفا برآمد | شرمندهٔ انتخابِ خویشتم

اگر میرم ز غم بیشت نگویم حالِ زارِ خود | ترا از صبر میخواهم که باشم شرمسارِ خود
ضعف غالب شد و از ناله فرو ماندم | دگر از حالِ من او را که خبر خواهد کرد
این بس جزای کشتنِ صبری که روزِ حشر | حسرت نمیخورد که چرا بسملِ تو نیست
فارغ ز قیدِ مهر و وفایی خوشا دلت | هرگز نمی شود بکسی آشنا دلت
با تو مهرِ دیگران خواهیم دیدن تا کجاست | در دلِ بیطاقتِ ما صبرِ این مقدار هست
من به پیشش دردِ دل گویم بصد امید و او | منتظر کین گفتگوی من بپایان کی رسد
مجنون بریگِ بادیه غمهای خود شمرد | یاد زمانه که غمِ دل حساب داشت
نکرد خاطرم ای خوشدلی چه میکردی | کدام روز ترا با من آشنائی بود
دلم پر است ز خون بر لبم مزن انگشت | که همچو شیشهٔ می گریه در گلو دارم
چنان ز هم من و دل چو توگشته ایم جدا | که آن غریب ز من میکند سراغ مرا

کشتند و سوختند مرا ای هما برو | در قسمتِ تو هیچ ازین استخوان نبود

دل گر سر از رضایِ تو پیچید بگذران | با من که بود نیز بفرمانِ من نبود
تو که ذوقِ عیش داری بشنو پیامِ قاصد | که بجز بلا کشی خبری دگر ندارد
چاره مرگ است که از حیا به بیمار شدن | نتوانستمش آورد بکاشانهٔ خویش
از ملکِ دل مپرس خبر کاندرین دیار | صاحب تصرفیست که ما هیچکاره ایم
صلحی بما که طاقتِ روزِ وصال نیست | در حیرتم که در شبِ هجران چه میکنی
غنچه نگذاشت که آرامِ دلِ بلبل کنند | باغبان امروز گل را سخت بیرحمانه چید

۱۳۲

در خانه شکسته نگیرد کسی قرار
غرور حسن از بس با اسیران دل گران دارد
چه شد گر غیر جا در بزم آن بی‌باک بس دارد
نگویمت میبر دام در زلف داغیرت عشقم
رحم می آید مرا بر بلبل آن بوستان
از ازل صادق بدنیا میل آمیزش نداشت
هر زمان دست تو در گردن خود می بیند
عمر گذشته زبیندم رخ نکوی ترا
سخت میخواهم که در آغوش تنگ آرم ترا

ما از تو جدا ایم بصورت نه بمعنی

اگر تو دامن خود را بدست ما ندهی
خود دیگر از در انصاف در آئی ورنه
قمریان پاس غلط کرده خود میدانند
جواب خون من بگینه چه خواهی داد
ما را ز شب وصل چه حاصل که تو از ناز
از غیرت رکابت از دیده خون روانست
چشم شوخ تو چو بر هم زدن مژگان گردد
تا بوسه کمین زلب دلستان رسید
جای نمیروی که دل بدگمان ما
آنکه منع من مخمور ز صهبا میکرد
دل بعیش تو مشکل سر ما داشته باشد

ترسم که رفته رفته غم از دل برون شود
نگاهی بعد عمری گر کند بسیار میدانم
دو روزی میگیران بیچاره هم احوال من دارد
اگرچه زندگانی بی تو دشوارست میدانم
گر ز نزاکتهای گل فریاد متوانست کرد
چند روزی آمد و یاران خود را دید و رفت
این چه اقبال بلندست که مینا دارد
زمن مرنج که میخواهم آبروی ترا
هر قدر افسرده دل را میفشارم ترا

چون فاصله بیت بود فاصله ما

ز دست ما مگر نقصست کس گریبان را
جذبه شوق حریف دل خود کام تو نیست
ورنه یک سر و درین باغ بانداز تو نیست
ستمگر که ترا پای در نگار گذاشت
تا بند قبا باز کنی صبح دمیدست
اما چه میتوان کرد پای تو در میانست
دو جهان فتنه بهم دست و گریبان گردد
جانم بلب رسید و لب من بجان رسید
تا باز گشتن تو بصد جا نمیرسد
لب میگون ترا کاش تماشا میکرد
ما را چه کند آنکه ترا داشته باشد

آقا صادق
محمد صادق
۱۳۳

ای قاصد اگر نامه ز دلدار بیاری
از بهر تسلی ز زبانش سخنی بنوشت

نه ذوق بودن نی روی باز گردیدن
چو خنده بر لب یارم رسیده را مانم

مرا خود نیست یارای سوال آخر چه میگویی
اگر پرسد گناه من کسی روز سوال از تو

چه عجب اگر نسوزد دل کس از آه سردم
نرسیده ام بجای که کسی سد بدردم

درین بهار نشد فرصت آن قدر یارا
که هم ترانهٔ بلبل کنیم مینا را

در بزم او مجال نشستن نیافتم
چون نرگس ایستاده کشیدیم جام را

اینکه شور محشر از بیباکیت هنگامه ایست
از خدا خلعت برای ما سفارش نامه ایست

از ره نمیرود بوفای کسی مپرس
این دل که آشنای قدیم جفای تست

نکنی در نظرم جلوهٔ بیجای سرو
من مگر خوبی اندام نمیدانم چیست

بچشم آنکه ز هجران یار دل تنگست
شبی بروز رساندن هزار فرسنگست

با آنکه صرف شد همه عمرم در انتظار
آگه نیم هنوز که چشمم براه کیست

مرا خود کشتی اما یاد من بسیار خواهی کرد
نشیند چون ز خط گرد یتیمی بر بناگوشت

هر که خواهد که ز کوی تو رود من ضامن
اضطرابش نگذارد که قدم بردارد

با تو گر دعوی خونم بگواه انجامد
نیست ممکن که براهی تو صیاد نرود

الانصاف تو ای محنت هجران بکجا رفت
هرچند گرانجانی ما تاب تو دارد

که درین ره بقفا ماند ندانم صیدی
ناله بی رفتن محمل ز جرس میشود

ز غیر میکشم از دست بیکسی صیدی
تحملی که ز معشوق خویش نتوان کرد

پس از عمری که با مهجور خود دمساز میگردد
بعاشق از غرور حسن لطفش باز میگردد

دلیل خواهش خوبان همین بس عشقبازانرا
که گل یکساله راه از بهر بلبل باز میگردد

صیاد ما بنای ستم تازه کرده است
مرغی که بال شکسته شد آزاد میکند

هر روز حیاتم شب صد گونه الم بود
این عمر نبود آفت آرام عدم بود

۱۳۴

افسوس که شد آینه خیره نگاهان — روی که نگه کردنش از دور ستم بود

از آن رنگی که شیرین در محبت میخت دانستم — که خون کوهکن آخر بجوی شیر می آید

برابرو مزن درست چین دلبران را — کار از تیغ بی قبضه کاری نیاید

ترا بغیر چرا گوشه نظر باشد — رقیب کیست که از من عزیزتر باشد

برافشانم روان گر خاطر اهل سخن باشد — گرفتار ترا چون شمع جان در آستین باشد

برقع برخ افگنده برد ناز بباغش — تا نکهت گل بیخته آید بدماغش

کم طالعی نگر که من و یار چون دو چشم — همسایه ایم و خانهٔ هم را ندیده ایم

روز وصل تو گم کنم خود را — نوبد دولت رسیده را مانم

از طرز وعده یافتم ای بیوفا که تو — می آئی آن زمان که نیائی بکار من

بعد مرگ افتان و خیزان در هوای کوی تو — استخوانم چون پر افتاده آید سوی تو

۱۳۵

مرا بس باشد از اعضا چو نرگس چشمی و پائی — که تا استم براه انتظار سرو بالائی

عشق من کرد ترا شهره حسن تو مرا — هر دو رسوای همیم از چه تو تنها بخجی

هر کس نظر کند بتو عاشق گمان کنی — بی آنکه یکره‌اش بجفا امتحان کنی

از سیر باغ بی تو چه دل وا کند کسی — با چشم منتظر چه تماشا کند کسی

گیرم که رود قاصد من سوی یارش — با او که دهد نامه و پیغام که گوید

ملا اصبانی

از شرم ابروان مه من هلال عید — خود را چنان نمود که کس دید و کس ندید

چه سود اینکه عتاب تو خنده آلود است — که زهر کار گریست از چه در شکر باشد

ملا محمد صوفی

از رشک کسی سوزم که پنهان کنمت وای — در هیچ دلی نیست که جای تو نباشد

مجوبی تبریزی

طرفه حالیست که عاشق شب هجران دارد — خواب نا کردن و صد خواب پریشان دیدن

خوش حال آنکه دید ترا و سپرد جان — آگه نشد که هجر کدام و وصال چیست

حکیم [illegible]

هر کس که دید کشته مرا گفت این کیست — کز بهر آرزوی دل از جان گذشته است

فریاد ازان لحظه که درد دل آن شوخ

لب گزیدی و من از ذوق فتادم مدهوش

چو می شنیدم کسی از کوی او دلشاد می آید

چو بر خیزد ز خواب ناز و بنید سوی خود رویم

چه حیاست اینکه گاهی اگرم ز حال پرسی

ز آزار ناز است اگر حرفش لب بیمار گردد

در حضور غیر با من این همه دشنام چیست

جلوهٔ زلف شاهدی بر دل رمیده را

زهر مرگ فراق خود چشانی که چه شد

ای غافل از آنکه تیغ هجر تو چه کرد

من و شوخی که استیلای خشمش در صف محشر

تا لهٔ مرغ چمن گم کرده سیر آهنگ نیست

نومیدی ز وصال تو طاقت گداز بود

بخون طپیده و شمشیر تشنگ شده اند

نیم کشته کرده چنان تیغ نگاهی که بسیم

عشق را بر سر بالین من آرید بعجز

زو چو تیغ زبانی بکش عنان سمند

بی طراوت همچو برگ سبزهٔ بی شبنم است

داغم که همچو مردمک دیده و سینه ام

چون نگران کنیم که بر بستن لاشوق

دلی دارم که در آغوش من خفته تا کر

پرسد ز من و قوت گفتار نباشد

ای تو کیفیت این باده ندانم که چه کرد

فریبی کز تو اول خورده بودم یاد می آید

بهانهٔ چشم بالین کند تا نگرد سویم

هزار رنگ گردی بصد انفعال پرسی

سخن را اول نمیخواهد کزان لبها جدا گردد

ای بقربان تو من این لطف بی هنگام چیست

پی بجا برد کسی مرغ بشب پریده را

خون ریزی استین فشانی که چه شد

خاکم بغبار ما چه دانی که چه شد

شکایت تنگ ساز و بر زبان نهاد و دادخواهان را

وا گذاشت یداعی نو اسنجان بخاموشی مرا

صد جا گره زدیم امید بریده را

که روز ماتم فرهاد عید پرویز است

شوق دست طلب از دامن باکش بر دست

کین طبیب است که مشهور بهمین قدم است

گر نیم کشتهٔ ناز ترا وصیت تهاست

گوشهٔ دامان مژگانی که از اشک آلوده است

میدان ترکتازی یکداغ بیش نیست

جور تو همچو لطف خدا کم نمی شود

نمک میکوبد و خمیازه بر خمیازه میزند

ضیاء الدین محمد بیگ

محمد علی

تقی

بابا طالب

۱۳۶

ابو

چو غمزهٔ تو بقصدِ شکار بیرون آید
حاشا که در لباسِ ملال وجود بود
چنان تشنه لبی ماتمم که گر آبی

اجل بماتمِ اهلِ وفا برون آید
ذوقی که نیم غنچه تبسم درو بود
ز جوی تیغ تو آرند در گلو نرود

چون کند ترکِ سرِ زلفِ تو گر خونِ دلم

شانه را جا یکشی در بنِ دندان افتاد

باصد کرشمه آن بتِ بدمست میرود
آنجا که ابروی تو نماید هلال را
مردم ز رشک چند ببینم که جامِ می

خود میکند خرام و خود از دستِ میرود
چون ناخنِ گرفته بزیر زمین کنند
لب بر لبش گذارد و قالب تهی کند

هر عضوِ تنت ساده تر از عضوِ دگر بود
چو عاشقان بقیامت نشانِ یار دهند
خزان رسید و ز بوی بهار رفته هنوز
بر غمِ غیر چنان گشته مهربان با من

موی که بر اندامِ تو دیدیم کمر بود
ترا نشان بسرِ انگشتِ زینهار دهند
زنجیرهای جنون در دماغِ دل دارم
که حرفِ قتلِ من آورد در میان با من

زود از برم چنین گله آمود برمخیز
تنها بدیده نتوان دادِ گریه داد

باقی نماند جز نفسی زود برمخیز
چون ابر میتوان بهمه اعضا گریستن

عشقِ تو برد از دلِ من مهرِ هر که بود
بدشواری از و قطعِ نظر کردم ولی برگه
جدائی از تو بناکام در اوائلِ عشق
بغیر از نیکه به تیغِ تغافلم بکشی
سر تا قدمم رفته بتاراجِ نگاهی
از ذیب باغبان غافل مشوی عندلیب
بهر جا قاتلِ چین من دل از کف داده دارد
من آن صیدم که خونِ خویشتن را در قفس ریزم

این کز تو هم اکنون آگاه اوست
بخاطر میرسد بی اختیارم گریه می آید
چنان بود که بحسرت کسی جوان میرد
دگر ز دستِ تو بیداد گرچه می آید
از چشم و دلم مانده همین اشکی و آهی
پیش از این من هم درین باغ آشیانی داشتم
برنگِ نقشِ پا در هر قدم افتاده دارد
بمرد گرمیش صیادم کسی نامِ رهائی را

۱۳۷
طالعی یزدی
جعفری بیستانی
عطوفی تبریزی
میرزا طاهر
طالب عطار
محمد علی طالب
طالب

از هجوم دادخواهان داد من هرگز نداد
دست ما و دامن هر کس که دامنگیر اوست

شبنم ست بگلزار کامیاب شده
دلیکه بسته بگل عندلیب آتش شده

نمیدهم به نگه رخصت نظاره یار
درین زمانه بچشم خود اعتمادی نیست

باین نازک مزاجی تا بکی هر جا نهی پا را
همان بهتر که چون عینک بچشم ما نهی پا را

کراو سیله گل چینی نگاه کنم
کسی که محرم او نیست آشنای من ست

نیامدی که مبادا بمیرم از شادی
بیا که مرگ بر از انتظار میباشد

دکان گل کشاید چون نقاب از چهره برگیرد
گرد در کار سرو افتد چو دستی بر کمر گیرد

گربی تو ببزم عیش ساغر زده ام
صد غوطه بخون دیده تر زده ام

چون دست سبوی باده ماند ست بجای
دستی که ز هجران تو بر سر زده ام

شب از میان اسیران او فغان برخاست
مگر ظریفی بیچاره از میان برخاست

عشق آنجان ویران خرابی ست
که ترا آورد بخانه ما

مرگو چو منی اگرچه سهل ست
گنجایش لب گزیدنی داشت

با کم سخنیش میتوان ساخت
این ست بلا که کم نگاه ست

بطفلی خدمت پیری نکردم
به پیری خدمت طفلی ضرورست

بر جگر تشنگی خضر دلم میسوزد
که ز سرچشمه تیغی بهم آبی نچشید

غالبا مرد بخت خفته ما
ورنه خواب این قدر سنگین نباشد

دیدی چه بر سر آمد فرهاد را ز خسرو
در خاندان کسری این عدل و داد باشد

مرنج از من اگر در بزم وصالت کلفتی دارم
سرت گردم چه پنهان ز تو اندک غیرتی دارم

خفته بودی که لبت بوسیدم
قند دزدی چه بلا شیرین ست

ما را ز خاک کویش پیراهنیست بر تن
آن هم ز اشک دیده صد چاک تا بدامن

نیافتم که سر رشته در کجا بندست
که آه من بکشیدن نشود آخر

محمد بیگ ظریفی
نور الدین ظهوری

۱۳۸

دوش کس که پیکان او در دل تنگم نبود
الهی که برآید دل مرگ از دل چاکم

ذوق جانبازی اگر این ست بخنجر ترا
بتو چون سدم ریضی که ز فرط ضعف جانش

بیاد قامتی دریای سروی گریه سر کردم
زبلا گذیست باکم غم آن کند بلا کم

من بحسرت دور گردد مدعی مغرور وصل
خاطرم از پرسش وزیر خواهم جمع نیست
همان عشقی که از وی بر خلیل آتش گلستان شد

بلوح مشهد پروانه این رقم دیدم
هرگز مگو که کعبه ز بتخانه خوشترست

یارب چه بلائیست که در مذهب خوبان
هرگاه که از مهر کنین میل تو بیش ست
از خاک کشتگان تو هر گل که میدمد

چون جرس بی زبان هیچ صدای نداشت
ابری شود و گریه کند بر سر خاکم

در میان جان شد جا چون الف تیر ترا
ز دل فگار تا لب بهزار جا شکسته

چو مژگان برگ برگش را به آب دیده تر کردم
که بمیرم و بکام دگران گذارم او را
ای محبت خاک بر سر باد تا شیر ترا

بسکه می بینند مردم در میان وی ترا
کنون دریای آتش میکند بر سر گلستان را

کز آتشی که مرا سوخت خویش را هم سوخت
هرجا که هست جلوهٔ جانانه خوشترست

دشنام حلال ست و شکرخنده حرام ست
اول نمک سینهٔ ما باش که ریش ست

معلوم میشود که دل پارهٔ کسی ست

خوننابه حسرت چکدم از مژه هرگاه
جنیم که خداوند کسی بنده نواز ست

عرفی بجان تمتع رسیدی و به بخت
رفت آن آفت دین از بزم ای هوش بیا
لب بدندان و دست در زیر زنخ دارد هیچ

گفتم اینکه بهشتم دهند بی طاعت
یک سجدهٔ مستانه و صد سال عبادت

شرمت نیامد از دل امیدوار دوست
تا ببینم که حباب بر سر ایمان رفته است

گفته ای همنشین گویا که این بیماریست
قبول کردن و رفتن نه شرط انصاف ست
فهمیدن این مسئله موقوف دو جاست

بیا

عشق میگویم و میگریم زار
طفل نادانم و اول سبق ست

۱۳۹

گمان مبر که تو چون بگذری جهان بگذشت
هزار شمع بکشتند و انجمن باقیست

شرمسار همت عشقم که در هنگام نزع
اضطراب جان بپرسیدن مانع دیدار نیست

میروی با غیر و میگویی بیا عرفی تو هم
لطف فرمودی برو کین پای را رفتار نیست

روم در گوشهٔ تنها و ریزم خون خود عرفی
مبادا قدر مردن ناشناسی دست من گیرد

بر لوح مزارم بنویسید پس از مرگ
کای وای ز محرومی دیدار دگر هیچ

رقیب قتل من این ست که در روز جزا
نرنجم دست بدامانش و دامن بکشد

اگر ز کاوش مژگان او دلم خون شد
خوشم که بهر من اسباب گریه افزون شد

بلمحه چگونه زین غم دلم آرمیده باشد
که لبی چنان بهم گم چو توئی گزیده باشد

چشمم ز بهر خویش دم نزع تر شود
ترسم که من بمیرم و غم دربدر شود

بناله نرم نسازم دلت ازان ترسم
کز نالهٔ دگری در دل تو کار کند

بعد مردن برای باد بجائی خاکم
گر نشانند مصیبت زدگان بسر خویش

نه ز مهر آمده بر سر بالین دم نزع
حیفت آید که گذاری بدلم حسرت خویش

دهن خویش ببوسند و لب خود بگزند
چون در آیینه ببینند بتان صورت خویش

چنان از زندگی امروز در از یار دلگیرم
که گر دانم که فردا زنده خواهم بود میمیرم

بیا ای عشق رسوای جهانم کن که نگذیدی
نصیحتهای بیدردان شنیدن آرزو دارم

چون زخم تازه دوخته از خون لبالبم
ای وای اگر بشکوه شود آشنا لبم

بتهمت گنهی میکشند بر دارم
که از نکردن آن قتل را سزاوارم

خوش آن ساعت که میرفتی قیامت میرسید از پی
تغافل از تو میبارید حسرت میچکید از من

تو و بزم عیش عرفی من و کوچه که هر سو
سر خون چکان فتاده دل بینوا نشسته

نی صبر و نی قرار و نه امید وصل یار
چون من کسی بکام دل روزگار نیست

خون شد دل خدنگ تو تا از تو دور شد
آن نیز رفته رفته بپهلوی ما نشست

۱۴۰

[illegible]

دور از انصاف است بی آشیان من شدن — مشتِ خاشاکی که صد محنت فراهم کرده اند

هرچند غیر لافِ محبت زند برت — ما را امیدها ز دلِ بی گمانِ تست

هرکس که زیرِ تیغ برویت نگاه کرد — زان پیشتر که کشته شود خونبها گرفت

خوش آن کسی که اگر باشدش ز دوست پیام — دهد قرار که بر قاصد اعتماد نکرد

خاموش نشین ای دلِ سرگشته که این سود — از دست کسی نیست که فریاد توان کرد

پیش ازین تابِ غمِ عشق ندارم عهدی — سینه بشکاف و دلِ خون شده را دور انداز

بچه اندیشه ام از خاطرِ ناشاد روی — چه بخاطر گذرانم که تو از یاد روی

نشد که از سرِ بیافته دست بردارد — بهر زمین که برفتیم آسمان پیداست

ز مردم بار می پرسد که حالی کیست طالع بین — که عمرم در محبت رفت و کار آخر رسید اینجا

من و این مهربانیهای قاصد چه میگوئی — مساز از پیشِ خود حرفی که میدانم زبانش را

حسرت اینست که صیاد مرا چیدانی — در قفس داشت که تا چمن از یاد مرا رفت

ز عاشقی نگذارم جدا شود معشوق — نظامِ کارِ جهان گر بدستِ من باشد

تا بکی آن بیوفا از وعده خاموشم کند — یا کند فکری بحالم یا فراموشم کند

دوش از آن شوخِ جفا پیشه که خود نالیدم — دل کشید آه که یار است چه میباید کرد

باز آمده ست بر سرِ دیوانگی دلم — تا آخرِ بهار ببینم چه می شود

فتنه در چشمِ نگار است چه میباید کرد — گردشِ لیل و نهار است که من میدانم

نخواهد گفت ترکِ بت پرستیها دلِ زارم — که چون سنگِ سلیمانیست زناری که من دارم

بی تو هرگه که تماشایِ گلستان کردم — همچو گل دامنِ خود بر ز گریبان کردم

شورِ محشر شد و زان سعی جهان گشت بلند — ناله را که من از ترسِ تو پنهان کردم

حیف این است که جان در غمِ هجرانِ تو رفت — کاش در روزِ وصالِ تو فدا میکردم

پیشِ صیادِ من از بهرِ خدا ضامن شوید — یک پریدن تا سرِ دیوار میخواهد دلم

۱۴۱

من بیدرد و لبقوای وفا گشتیم	یار را از گله جور پشیمان کردم
چه بیدردانه امشب در دل با یار می گفتم از پی او روان شدم دست زدم بدامنش	گر ادکم می شنید از ناز و من بسیار میگفتم کرد تبسمی بمن رو بقفا که همچنین
نه آشنا و نه بیگانه ترسیدانم ولا بحالت مرگم ترا بشارت باد	که اختلاط چنین با کسی حرام کند که بعد ازین بود ایام آمدن تو
میرم و بر زندگانم رحم می آید که تو تا قیامت هم نیابم فرصت خواب عدم ز چشم مست اینکه گاهی میکشایم بی جمال او پس از عمری که یک شب در خواب بپهلوی تو جا کردم ازان قلاش و ز میخانه میخواهم درون آیم	خوبان بیداد با داری که با من کرده گر بقدر خواب غفلت با دیدم بیدار بود نگه از حسرت دیش گریبان پاره میسازد ز بیش دیده ام غائب شدی تا چشم وا کردم که خود را زین بی گردانم و بیخود برون آیم
نکند رحمت جام تو در آمرزش ما داری هوس که غیر برای تو جان دهد	آنقدر صبر که از کرده پشیمان گردم آه این چه آرزوست مگر مرده ایم ما
در فیض بست منعمش از کشایش نا امید اینجا از خود ای بیخبر اکنون که شدی پیر برآ خود نمائیست گذشتن ز لباسی که تراست رهائی داده بر پا رشته پیچیده صیادم از بیابان عدم تا سر بازار وجود سیل افتاد دست از پا تا خرابم کرده است	برنگ دانه میروید ز هر قفلی کلید اینجا جمع کن خاطر چو جوان وغم ازین شیر برآ از ته پیرهن خویش چو تصویر برآ که تا باشد و بال خون من بر گردن خویشم بتلاش کفنی آمده عریانی چند جور صد خونابه آتش تا کبابم کرده است
قرینه بهر گم شدگان دیار عشق	سنگی چو بیستون به سر نشان نهاد
در آن روزی که آمد ماه من از بندگی بیرون	چسان آید ز لیلی یارب از شرمندگی بیرون
پا در حریم محفل دلها شمرده نه	آهسته باش تا نزنی شیشه ها بهم

میرزا علی ...
محمد ...
میرزا عبدالوهاب ...
۱۴۲
...
علی ...
ناصر علی
علی ...
میرزا عبد ...
علی ...
...

حسن شهرت عشق رسوائی تقاضا میکند

بسی به پیچ و تاب افتاد زلف همچو زنجیرش

شوری شد و از خواب عدم دیده گشودیم

بچرخ فانوس خیال و عالمی حیران درو

می شوم گستاخ هر گه مهربانی میکند

عجز من و غرور تو شد آشنا بهم

یارانه با رقیب بسی گفتگو کنم

تا بفراق خو کنم صبر کجا قرار کو

بر شیشهٔ دلم مفگن سنگ امتحان

ای کاش خاک رهگذر دوست بودمی

ستمرسیده دلی دیدم و ز غم مردم

عمری گذشت و در ره سلامی نیافتم

تا غمزهٔ خونریز تو غارتگر جان ست

چو بیخبر شوم از دیدن تو رشک مم

عشق آن چاک که در پیرهن یوسف زد

چو مرگم شد یقینت لطفها کردی که می بخشند

بپای شمع خود شاید که من هم جان افشانم

بعد ازین در عوض اشک دل آید بیرون

همره نعشم بیا تا بسر تربتم

بر دلم سبزهٔ خط تو گران مے آید

ماند از حجاب حسن تو در سینه آه ما

جرم معشوق و گناه عاشق بیچاره چیست

مگر دست قضا لرزید در هنگام تحریرش

دیدیم که باقیست شب فتنه غنودیم

مردمان چون صورت پروانه گردان درو

او بمن کم لطفی از بسیار دانی میکند

رسم نویست الفت شاه و گدا بهم

تا در میان تفحص احوال او کنم

وعدهٔ وصل گر دهد طاقت انتظار کو

آن عضو نیست دل که توان بست چون شکست

تا رخ بکام دل بکف پاش سودمی

گر تندخو و ستمگر درین دیار یکی ست

شرمندهٔ دلم که چها در خیال داشت

چشم اجل از دور بحسرت نگرانست

که در میان تو و دل چه راز میگذرد

پردهٔ بود که از کار زلیخا برداشت

مریض مردنی را هر چه در دل آرزو باشد

زبال خویش ای پروانه دستی بر سر من کش

آب حیوان کم شود از دجله گل آید بیرون

با تو غنیمت بود یک دو سه گامی دگر

این بهاریست کز و بوی خزان می آید

چون عمر و نمک بدیده گره شد نگاه ما

مولانا [illegible]

[illegible] کاشانی

عبدالجلیل اصفهانی

مصنف

میر عبدالغنی [illegible]

[illegible] شیرازی

۱۴۳

غیاث حلوائی

اوحدی

[illegible]

محمد طاهر [illegible]

غنی ز روز سیاهِ پیرِ کنعان را تماشا کن
که روشن گر نورِ دیده‌اش چشمِ زلیخا را

حلقهٔ در بنگر رخنهٔ دیوار ببین
چشم در راهِ تو دارد در و دیوار بیا

کس وقتِ نزع بر سرم از بیکسی نبود
شرمنده‌ام ز عمر که آمد بسر مرا

نمی کند بمنِ ناتوان نگه آن شوخ
ز بیم آنکه نگویند ناتوان بین ست

چون آتشِ همیشه جبینم ز چین پر ست
یعنی دلم ز دستِ توای نازنین پر ست

تا بکی تشنهٔ خونم باشد
تیغ را گر بدهی آب خوش ست

عاشقان را جنبشِ مژگانِ چشمِ یار کشت
عالمی را اضطرابِ نبضِ این بیمار کشت

آب بود معنیِ روشن سخن
خوب اگر بسته شود گوهر ست

کند در هر قدم فریاد خلخال
که حسنِ گلرخان پا در رکاب ست

زاهد اگر ز کرده پشیمان نگشته است
در هر نماز دست بزانو چه میزند

بسی مشکل بود دل کندن از خوبانِ اهلِ الفت
هنوز آب از غمِ یوسف بچشمِ چاه می آید

برداشت چو بلبل آشیان را
گل گفت که خس کم و جهان پاک

جان بلب از ضعف نتوانم رسید
ما بزورِ ناتوانی زنده ایم

حسنِ سبزی بخطِ سبز مرا کرد اسیر
دام همرنگِ زمین بود گرفتار شدم

ز شوخی پشت بر من کرده بد خوئی آرم
کنی گر جانب من پا در از آن زیر بدام

عزتِ شاه و گدا زیرِ زمین یکسانست
میکند خاک برای همه کس جا خالی

جزای یک شبه بجرم اگر دهد ایزد
بسوی خلد برم کافر و مسلمان را

نظر بروی که شد آشنا که میگردد
بگرد خویش چو گرداب دیده‌تر ما

نگردد قطع هرگز جادهٔ عشق از دویدنها
که می بالد بخود این راه چون تاک از بریدنها

کار آسان نیست بی او زیستن
سخت جانیها حساب دیگر ست

ترا چه غم که ترا بر کسی بجای من ست
مرا ست غم که مرا هیچکس بجای تو نیست

خانی ... ... قلندر

...نسبت

حاجی ... ... خان

۱۴۴

ترا در دیده جا کردم که از مردم نهان باشی / ندانستم که آنجا هم میان مردمان باشی

پروا نمیکنی و بهر کس که دل دهم / چون بینمش بداغ تو سر میدهد مرا

خوبی همین کرشمه و ناز و خرام نیست / بسیار شیوه هاست بتان را که نام نیست

بروز حشر فغانی بناز پرس مپرس / تو بیکسی و غریبی ترا که می پرسد

چو شبنم صبحدم گریان بگلگشت چمن رفتم / نهادم روی بر روی گل و از خویشتن رفتم

بزعم من که شد بر دیگران شمشیر می نازم / که در روز جزا خواهند خون از شهید من

بهر کس که جان سپرد حیات ابد گرفت / از هیچ کشته قاتل ما شرمسار نیست

منادی میکند امروز زنار سر زلفش / که بی ایمان بمیرد هر که ایمان را نگهدارد

شهید نا شده در راه عشق راحت نیست / چو ره تمام شود کاروان بیاساید

ز درد ما اگر آگه نه عجب نبود / غرور حسن ترا از تو بیخبر دارد

عشق پیش از اجلم گشت بمردن نگذاشت / شادم از اینکه مرا دوست بدشمن نگذاشت

پهلو چو بر زمین نهم از بسکه غم گداخت / گویا بخاک صورت مجنون کشیده اند

نمیدانم ز منع گریه مطلب چیست ناصح را / دل از من دیده از من آستین از من کنار از من

غبارم کن خدایا در رهی کان مه گذر دارد / بود دامن کشان روزی مرا از خاک بردارد

بمیزان نظر حسن ترا با ماه سنجیدم / میان این و آن فرق از زمین تا آسمان دیدم

گر دوست شوم بغیر و بی ستم مکن / آخر چه شد اسیر تو شد بنده خداست

این خواری از تو میکشم ای دل تو خون شوی / ورنه مرا بدوستی او چه کار بود

من گر نوید آمدنش بیخبر شوم / آه آن زمان که بر سر من بیخبر رسید

دانسته ام که بر سر خشم و بهانه / گر میکشی گر از تو شکایت نمیکنم

از دست جفای تو اگر بگریزم / دور از تو بکوچه خاک بر سر ریزم

بر خاک ره که افتم تا خیزم / بر گرد سرکه گردم ار برخیزم

مردم از خود سخنِ سفتنِ خود چند کنی
این نه حرفیست که گوئی و تنگ خند کنی

گشته عیز از تو دل آزرده و من در ماتم
کردلش باز بآزار که خرسند کنی

سالها از گریه ام رفت و چو می خیزم زجا
تختی از دل با جگر می افتد از دامن هنوز

عالم ز ما تهی و ز افغانِ ما پرستا
شد عندلیب خاک و چمن از نوا پرست

خوبان هزار سنگِ جفا بر دلم زدند
این شیشهٔ شکسته هنوز از وفا پرست

دم عیسی شد و رسوائیِ اعجاز کشید
دود آن شمع که در خلوتِ بیمار بسوخت

رتبهٔ حسن بلندست چه حاجت بنقاب
بهرِ منعِ نگهی گر مژهٔ کوتاه ست

شربتِ وصل کند رنجِ من افزون حکیم
هیچکس را خبری از دلِ بیمارم نیست

در مذهبِ ما هر چه بجز دوست حرامست
گر خود همه ذوقِ طلبِ اوست حرامست

غمهای مرده در دلِ ما زنده کرد هجر
گویا شبِ فراقِ تو روزِ قیامت ست

ترا چه جرم که حکمِ غرورِ حسن این ست
که وعده هایِ تو از صد یکی وفا نشود

نالهای نوگرفتاران غم را لذتی ست
ورنه این یک مشتِ پر مقصودِ صیاد از چه بود

میدرد هر دم گریبانِ فصیحی این زمان
سالها دستی که در دامانِ ننگ و نام بود

تا سرِ مژگان تماشا دیده بر هم چیده بود
چون تو رفتی گوئی این بیچاره خوابی دیده بود

شهید رسمِ دیاری شوم که بعد از مرگ
طبیب بر سرِ بالینِ خسته می آید

فریبِ سعی فصیحی مخور که کعبهٔ وصل
بدلنوازیِ پایِ شکسته می آید

مسکین فصیحی دوش جان میداد و مینالید غم
کامشب چراغِ زندگی یار از بالین میرود

خویش را بر نوکِ مژگانِ ستمکیشان زدم
آن قدر زخمی که دل میخواست در خنجر نبود

جان فدایِ جذبهٔ حسنی که هر سو بنگرم
مو کشان نظاره ام را بجانبِ خویش آورد

ای روی ترا ترجمه در دین مصحف
و ز خال و خطت یافته تزیین مصحف

یک نقطهٔ سهو در همه روی تو نیست
گویا بخطِ مصنف ست این مصحف

والا عذرت چسان خواهم که هیچ از من نیاسوده / دو روزی کاندرین محنت سرا مهمان من بوده

تا کی از خون تو دل‌ها بر جفا بر دارد / آن قدر جور بیا کن که خدا بر دارد

ملاحت تو گواه است و شوربختی من / که با نمک بسرشتند خاک آدم را

فلک امشب بکام رند در رو اشتام می‌گردد / عسس در خواب احتساب کن که امشب جام می‌گردد

صد کعبه خلیل گو بنا کن / کفاره بت شکستنی نیست

در سنگ کز آن سینه ام آبی ندمید / زین مزرعه غم خشک گیاهی ندمید

هر چند که بی تو دیده را داد من آب / زین شوره زمین گل نگاهی ندمید

روز محشر چون بر آرم بانگ اینک قاتلم / شور برخیزد که تهمت بر مسیحا بسته

پنهان نتوان داشت ز تا صحبت دوشین / با جنبش مژگان تو در سینه خبر بود

ندیده قطره خون از جگر بر آورده / بدیدن تو دل از دیده سر بر آورده

رام شد با من بصد خون جگر ترسم که باز / دل بیک بیطاقتی برهم زند کار مرا

ای فدای جان من اکنون غم من میخوری / کز غم عشق تو کار من ز غمخواری گذشت

او ز من از بیم بدنامی گریزان و کسی / ز و نمی پرسد که این بیچاره بد نام از چه شد

هنوز اول یاری و آشنائی بود / گر طبع سرکش او مایل جدائی بود

از شکوه ام مرنج و مرو یکدم دگر / بگذار تا برون کنم از دل غم دگر

نمیدانم چه بد کردم که بر خود کرده ام لازم / که من از بزم تو هر بار ناخشنود بر خیزم

بر بهت تنگ غیرم گشت و نتوانم که بر خیزم / پس از عمری من غمدیده را روز وصال این است

بر بجو منی جلوه گر بیا تو حیف است / بگذار مرا تا بتمنای تو میرم

سوی خودم چه خوانی از من چه کار داری / بگذار تا بمیرم با من چه کار داری

نشمار بیهوده مجنون را / تا چو من خان و مان خرابی هست

در میکده امروز نه جام و نه شراب است / اینها همه از محتسب خانه خراب است

یعنی قاتل این است

یعنی برای اهل [illegible]

نصرالله [illegible]

[illegible]

حکیم فغفوری

رباعی [illegible]

حکیم فغفوری

صوبی

میرک خان [illegible]

قاضی [illegible]

١٤٧

مولانا فهمی کاشانی

شیخ ابوالفیض فیضی

همیشه دستِ لب سخنانی چه شد تیغی
مگر ز دستِ تو کارِ دگر نمی آید

بنالهٔ شهرتِ عشق نیست عندلیبان را
قفس گه اخته مرغان درین چمن هستند

دست بر سر زدنِ ما نکند هیچ اثر
هر کجا سیمبر آن دست بگردن گیرد

از جلوه بیارام دمی کاین همه خوبی
در حوصلهٔ دیده بیکبار نگنجد

بخواب رفته مبینید چشمِ فتانش
که زیرِ هر مژه دارد نگاه پنهانش

ناصحم گر گشته از قتلِ من منکر مشو
خونِ چون من بیکسی خود قابلِ انکار نیست

غیر در شادی و ما بر درِ دلهای حزین
روز و شب گرم سراغیم که آزار کجاست

نیست ما را انجمن غیبتی ای مرغِ سحر
تعزیتخانهٔ مرغانِ گرفتار کجاست

یار مستغنی فلک نامهربان طالع زبون
ای اجل رحمی بحالم کن که وقتِ مردنست

یار بسجه کرده ایم که مفتونِ جانِ ماست
این تیغ زهر داده که نامش تغافلست

بر بحری دارم امیدِ خلاصی
که هر موجش فرازِ ناخدائیست

کدام سوخته دل را سپرده اند بخاک
ز گردِ بادیه بوی کباب می آید

ز گردباد نمایان بطرفِ هامونست
بخاکِ بادیه آلوده روحِ مجنونست

جان رفت و تمنای تو با جان ز دلم رفت
افسوس که غمهای تو آسان ز دلم رفت

سر گیشِ عشق گردم که بمحشرِ محبت
ز کسی گناه پرسند ز کسی گناه دارد

آزرده دل از گرمیِ خوی تو بگردم
میخواری و تهم سوختنم عار نباشد

دیده ام را که غنی بود بصد گنجِ گهر
این زمان کار بافشردنِ مژگان افتاد

سر بر چه نهد بر بالینِ شیرین کی خبر دارد
که جانی میکند فرهاد و کوهِ بیستون بر سر

گردد از غم نصیحت گرِ دیگر محتاج
گر نمایم دلِ خود را بنصیحت گرِ خویش

ای دل بخور کونِ می وصلش مکن شتاب
این زهر نیست آنکه بآسان فرو برم

آن بلبلم که شد دلم از اضطراب خون
از بسکه سینه سخت بچوبِ قفس زدم

بموزونیِ لیلی مجنونی

۱۴۸

شدم بباغ که تسکین دل دهم دیدم
وفای وعده همین بس که در دلت گذرد
ز شرم وعده خلافی بکن کنار از من
سر کوی تو نباشد سر کوی دگرے
من دیوانه مجنون را و لیلی با بدم بودن
بخاطر نگذرانم آرزوی وصل میترسم
آبی زده بر آتش او گریه معشوق
با من بودی منت نمی دانستم
رفتم چو من از میان ترا دانستم
بر سر خاری بمجنون ناز دیگر میکند
نمی خواهم که بوی پیرهن از نزد یار آید
کرا دماغ که از کوی یار برخیزد
نظر بزلف و رخ و خال نیست عاشق را
در وحشی سری برهنه این خار میکشید
سند راه معصیتها شد پریشانی مرا
میکنی بدنام ای قاصد چرا خوب مرا
جز ترک عشق با تو ستمگار چاره نیست
روی عرق فشان تو کردم آنچنین مرا
هیچکس اگر ز شرح اشتیاق ما نشد
در قتل ما نکرد دلمی ز انتظار تو
شم لطفست گر بپای محبت در میان باشد

میان بلبل و گل گرمی که داغ شدم
که آن اسیر ستمکش در انتظار من است
نیامدن ز تو و ذوق انتظار از من
بهار این بلبل شوریده چمن بسیار است
به پیروی که من نازم به پیروی دگر دارد
ز بهر کینه ام کاری بدست روزگار افتد
خاکستر پر سوخته پروانه بر از من
با من بودی منت نمی دانستم
تا من بودی منت نمی دانستم
ناقه لیلی بگرام و ز زین صحرا گذشت
گرفتم دیده روشن کردی و پیش نگار آید
شکسته ایم که از ما غبار برخیزد
تو واقفی که سر رشته در کجا بند است
ای همنشین بشگاف دلم دوختی چرا
داشت عریانی نگه ز آلوده دامانی مرا
صد جواب از پاره کردن داد مکتوب مرا
آخر دل است جان من این سنگ خاره نیست
تقصیر آفتاب و گناه ستاره نیست
نامه من چون زبان لال هرگز وا نشد
کوتاهی که بود ز عمر دراز بود
دل از دست تو زخمی خورد گفتم نوش جان بادش

[illegible]

میرزا [illegible]
[illegible]
محمد [illegible] تخلص
[illegible]
۱۴۹
آقا زمان [illegible]
ملا [illegible]
میرزا [illegible]

از تن سرم جدا کن و از من جدا مباش — بی رحم باش جان کسی بیوفا مباش

فطرت از نامهربانیهای یارم باک نیست — گر دل این بیوفا سنگ است من دیوانه ام

خلاف وعدهٔ همراهی ازین تیغ دورنگ آید — چرا امشب نیایی چون نمی آیی تو فردا یم

بقتلم کینه در دل ساده روئی نازنین دارد — نهان چون جوهر آیینه چینی در جبین دارد

خوش است اینکه شود صرف یار جانیِ ما — دگر برای چکار است زندگانیِ ما

فقیر را ز سعادت همین قدر کافی ست — که منعمی بسرش سایهٔ هما نگذاشت

نقدِ جان در عوضِ بوسه توان کرد قبول — که خریدار فقیر است توانگر خود نیست

برخاسته از دامنِ این دشت غباری — ای منتظران گردِ رهِ یار نباشد

عمر گذشت و نیاسود دل از ناله هنوز — کاروان رفت و همان بانگِ درا می آید

همچو من بیکس شهیدی هیچ کافر دیده است — صبحِ محشر هم دمید و خونِ من خوابیده است

در دلی نیست که یادِ قدِ موزونِ تو نیست — آخر این مصرعِ ما مبتذل آمد بیرون

بی تو مجنون کوه و صحرا بیدماغ افتاده است — خانهٔ چشم چراغان بچراغ افتاده است

کی سیبِ آن زنخ بکسی رایگان دهند — سیبی است آن زنخ که ببوسند و جان دهند

از راهِ دیده میگذرد یارهای دل — مانند برگِ گل که بآبِ روان دهند

رحمی که تابِ دردِ گرفتاریم نماند — دیگر دل و دماغِ وفاداریم نماند

مردم ز رشک چند به بینم که جامِ می — لب بر لبش گذارد و قالب تهی کند

بهر نگاهِ تو صد خون اگر کنم دعوی — زمانه با همه خصمی گواهِ من باشد

بمجلسِ تو چو آهی کشیدم از حسرت — بران شدی که نگاهی کنی حیا نگذاشت

گر از خانه برون بود که شب بد کویش — هیچ ذوقم ز نگاهی در و دیوار نبود

باکم از کشته شدن نیست از آن میترسم — که هنوزم نفسی باشد و قاتل برود

قمری آن صبر و شکیبی که بآن می نازی — بنمایم بتو چون او دو سه منزل برود

۱۵۰

بنا خن کشتگان چون من کسی یاری نمی بینم	که گمنامی کسی با من ترا روز قیامت هم
داغ فرزندی کند فرزند دیگر را عزیز	تنگتر گردد ز مجنون در بغل صحرا مرا
خون گشت مرا ز هجر یاران دیده	زین غم شده چون سیل بهاران دیده
گر دست بمن زنند میخیزد اشک	مانند درختهای باران دیده
اجزای من چو لاله گر از هم جدا شود	هر جزو از این باغ دگر مبتلا شود
قدسی ز چاک پیرهن گل حسد برم	کان هم چرا نصیب گریبان ما نشد
نمیدانم که از ذوق کدامین داغ او سوزم	با آن پروانه سیمائم که افتد در چراغانی
مانند نگینی که دعائیست بر آن نقش	در خانهٔ ما نیست بجز نام خدا هیچ
نالام چون بید در طفلی پدر	گفت این بابا فغانی میشود
نام رقیب بر لب جانان من گذشت	واقف نشد کسی که چه بر جان من گذشت
نشد در زندگی چون از توقع خار خار من	چه حاصل بعد مرگم گر بگل گیری مزار من
ز خضر عمر فزون ست عشقبازان را	اگر ز عمر شمارند روز هجران را
باز دامان خود آن سرو بالا زده است	کس بدامانش بگرد دست تمنا زده است
چون باد خواهم از سر این خاکدان گذشت	این کجی پیوستگیست که نتوان از آن گذشت
بر برخی بشکر خنده کشتن مردم کرد	چو گفتمش که مرا هم بکش تبسم کرد
بود همیشه جان من بسم تو بیگنه کشتی	هیچ غمکشی مرا من چه گناه کرده‌ام
دلهای برشته شده فرش حرم او	ای اشک روان شو که نسوزد قدم او
تنم خاک رهی سر زیر پائی	غریبا فتاده هر عضوم بجائی
ما را نبود دلی که کار آید از و	جز ناله که در دمی هزار آید از و
چندان گریم که کوچها گل گردد	نی رویید و ناله‌های زار آید از و
موسی ام و راضی بتجلی نشوم	مجنونم و خوش بوصل لیلی نشوم

قدسی تبریزی — رضی تبریزی — نیلان بیگ — حاجی محمد جان قدسی — فغفور بیگ — تنبل یزدی — ۱۵۱ — کمال اسمعیل — یکی — بابا علی

آزرده چنانم که اگر بر دو جهان
گردد همه مراد من تسلی نشوم

خوش آن دمی که چون می‌روم از حضورت بیانیم
بنوعی منفعل بودی که سوی بالا نمیکردی

چون مراد دشمن خود میشمری نیکو نیست
گر کسی این همه غافل شود از دشمن خویش

لاله داغست از فغان بلبل و گل بی‌خبر
اشک رحمی نکرد اما دل بیگانه سوخت

از همان بزم که جز من دگری راه نداشت
بایدم رفت که بهر دگران جا باشد

هستم مست ز سیاه بختیم اگر کوتاه است
پشت پاییم رسد از دست بدنیا نرسد

روزیکه سر کوی توام منزل بود
صحرا صحرا از آب چشمم گل بود

اکنون همه مغز استخوان میگریم
خونابه اولین گریه‌ی من دل بود

یکنفس فرصت و صد حرف گره در خاطر
وای گر گریه نیاید بمددگاری دل

آنچه من دیدم ز دشمن هم جدائی مشکلست
میخلد در دل گر از پا خار بیرون میکنیم

نیست از چاه زنخدان تابان قسمت ما
غیر آبی که ز حسرت بدهان میگردد

یک ناله مستانه ز جایی نشنیدیم
ویران شود آن شهر که میخانه ندارد

با کم ز ننگ نیست که مستم گرفته اند
داغم ازین که شیشه ز دستم گرفته اند

هر چند سیر کردم جامی چو دل ندیدم
با یکجهان کدورت باز این خرابه جاست

پای برویده هنوز از مژه‌ام پاک مدار
زانکه دریا نرود خاک چو نمناک شود

بوی تو با نسیم بهار آشنا نشد
گلها شکفت بند قبای تو وا نشد

هر کس ز محفل تو نصیبی برد بقدر
من نیز بی‌نصیب نیم رشک میبرم

سر دیوانگی سلامت باد
راز ما را چه پرده پوشی کرد

چون شمع شکوه گرامی ز غیر نیست مرا
هر آنچه دیده‌ام از چشم خویشتن دیدم

وقت کشتن دامن قاتل بدست آمد مرا
آخر عمر آرزوی دل بدست آمد مرا

بیدادگری پنجه فرو برد بخونم
نگرفته حریفی رگ جانم که توان گفت

کمالی نیشابوری
کمالی بروجردی
ابوطالب کلیم
اسمعیل
کلیم
میرزا ناظم
۱۵۳
محمد کاظم تبتی
سلطانی تبریزی
حکیم سلطانی ...
کاشی تبریزی
حسن بیگ ...
کاظمی قزوینی
شیخ ...
... تبریزی
...

تو تیا نند سر فرهاد ز بیمهری چرخ
همچنان سنگ ملامت بسرش میبارد

آن روز خورش کجاست کاز جرم عاشقی
جلاد دوست و شحنه میانم گرفته بود

دیشب ز سر صدق و صفای دل من
در میکده آن روح فزای دل من

جامی بمن آورد که بستان و بنوش
گفتم نخورم گفت برای دل من

خوشا مصیبت یعقوب ای بسن حیران
که چشم دارم و سامان یک نظاره ندارم

خوبان نکشند از کف ما طرهٔ پر خم
تا سلسلهٔ ما و شما نگسلد از هم

شادی بدر دل نزد و درون شد نداد
کاین خلوت عشق است کسی بار ندارد

کسی که پیش تو میرد چرا غمش باشد
که چون تو سرو قدی نخل ماتمش باشد

در آتش غم ز مژه اشک فشانم
کس قطرهٔ آبی نچکاند بدهانم

بمن هر زبان تیغ کین مینماید
مرا میکشد اینچنین مینماید

هر زمان گردی ز کوی دوست بر سر میکنند
تا کدام افتاده آنجا خاک بر سر میکند

گفتمش سالها بخاک درت
سوده ام روی خویش گفت چه سود

بد خو مکن از بخشش دشنام کسان را
این تحفه تعلق بدعا گوی تو دارد

از صد سخن نکنده یکی گوش میکنی
آن هم نگفته ام که فراموش میکنی

بجز آنکه جان گدازی ز تو نیست هیچ سودم
ببر ای غم از دل من که ترا هم آزمودم

پر از خونناب حسرت شد دو چشم اشکبار من
یکی بر روز من گرییدی یکی بر روزگار من

دم آخر است دشمن بکشش گذار یکدم
که بصد هزار حسرت بتو میگذارم او را

سازد خموش تا من حسرت فزوده را
گوید شنوده ام سخن ناشنوده را

کو فریب وعدهٔ این جاهلان امروز را
تا بشغل انتظارش بگذرانم روز را

تو باز تیسبی و میلی تغافلی دارد
تغافلیکه کم از صد نگاه حسرت نیست

از نهانم هر دم اظهار پشیمانی کند
این سخن تا بهر تسکین دل ناشاد کیست

لطف علی
لسانی
لسانی کاشی
لطفی شیرازی
مانی شیرازی
۱۵۳
مطلب جرمی
مسعود ...
معنی ...
میر ... بولس ...
میرزا ... میر

بسیار بیلاحظهٔ در جفا اگر	دانسته که از تو دلم را گزیر نیست
میرم از شوق و بسوی تو نیایم که مباد	بیخودیهای دلم پیش تو شرمنده کند
بخت اگر در خواب یکدم همدم یارم کند	دل طپد از ذوق چندانکه بیدارم کند
قیاس رشک ازین کن که نیم کشتهٔ هجر	ز بزم وصل تو بی اختیار برخیزد
در خواب ندیده بود میلی	آسوده دلی که در لحد دید
خوبان پی آزمودن ما صد جفا کنند	با ما با عتماد وفا تا جفا کنند
دانسته که عشق تو با جان نمیرود ور	گر خاک تشنگان گذری سرگران هنوز
تو در رهِ ولی تمام میلی	کس با چو توئی چه سان نشیند
بیرحمیت اجازت یک مردمی نداد	هرچند یافتی که دل آزرده میروم
پس از عمری که بنشینم بعد تقریب در پیش	سوال از مدعای من کند تا زود برخیزم
ظاهر نکرده ام تو وارستگی هنوز	چون بر خود اعتماد تمامی نداشتم
ترسم ز بیوفائی خود منفعل شوی	گر از امیدواری خویشت خبر کنم
میروم از سر کوی تو ولی در هر گام	روی حسرت بقفا میکنم و میگریم
نباشد چارهٔ در آرزو پیش غیر جان و دل	کرا باشد عیب پیش غمزه اش سم ایمان و دل
اگر ناخوانده می آیم بتربت دوستان از من	تو هم وابسته باشی از کمال اضطرابست این
میل داری که بمیرند جهانی بهوس	از وفائیست که بر تربت ما میگذری
انگنده ام ترا بزبانها و خوش دلم	گر شرم آن نگاه ببردم نمیکنی
همانا در میان با غیر حرف قتل من داری	که سویم گوشهٔ چشمی در اثنای سخن داری
رفتن ناقه گهی جانب مجنون نکوست	که تحریک نشینندهٔ محمل باشد
بجرمی کاش بخشش متهم گردم که هر ساعت	بدست و پایش افتم بهر درخواه گناه خود
چو غافل از اجل صیدی سوی صیاد می آید	نخستین رفتن خویشم با آن کو یاد می آید

ز رفتن تو من از عیش بی نصیب شدم — سفر تو کردی و من در وطن غریب شدم

خوش آن ساعت که خلدن پیش آن سیمین میان محرم — تو باشی بر سر بالین من گریان و من میرم

بمن چندان گناه از بدگمانی میکند نسبت — که من هم در گمان افتاده پندارم گنهگارم

نخواهم هم زبان شعلهٔ داغی به لحد برد — این هم دل من نیست که با من بگذارند

چرا بیهوده شادی در دل من جا نمیسازد — همین دم سیل غم می آید و ویرانه میسازد

ز صد لشکر ندیدم آن خرابی کز غمش دیدم — الهی کاروان عشق جائی بار بگشاید

مریض عشق را نازم که از بهر علاج او — مسیح از بر سر بالین رود بیمار می آید

فغان از بیستون در ماتم فرهاد می آید — ز بیداد جدائی سنگ در فریاد می آید

بسیار ز حد میگذرد گرمی مجلس — دل سوخته در پس دیوار نباشد

زین رخنه گاه گاه برون میشدی غمی — ای همنشین شگاف دلم دوختی چرا

آن قدر خاک که باید پس از دست تو کرد — چکنم آه که در دامن این صحرا نیست

کس نمیداند که خواهد در کجا مردن ولی — بنده میدانم که خواهم در ته پای تو مرد

هنوز از خاک کوی او غباری در کفن دارم — بهشت آن به که بر من جلوه بسیار نکند

ز هر جا بگذرد تابوت من فریاد برخیزد — که آه این مرده رنگین چه بدبخت آمد زود از دار

بی دوست یکدو روز صبوحم که از فراق — چون شاخ نو بریده ندارم خبر هنوز

گر فلک یک صبح در دام من گران باشد سرش — شام بیرون میبرم چون آفتاب از کشورش

من هم گدایم و دو جهان را اگر بمن — بخشد خدای من بگدایی دگر دهم

بکام دل ندیدم یک نفس در مدت عمرش — کنون چشمیکه دارم بر نگاه واپسین دارم

ز کویش میگذشتم خار در پایم شکست آنجا — بحمد الله که تقریبی شد از بهر نشست آنجا

در غمت رشته عمری که بکف بود مرا — صرف در دوختن چاک گریبان شده است

ترک خونریزی که باشد قتل مردم کیش او — پیش پا افتاده مضمونیست سر در پیش او

با کمال آشوب محشر نیست می ترسم که باز — همچو شمع کشته باید زندگی از سر گرفت

چون نسیم غنچه زخم دلم بخیه گیر نیست — برگ گل ست سینهٔ عاشق حریر نیست

آن طائر مجروح ضعیفم که درین باب — امید نگه داشتن از هیچ کسم نیست

خزان رسید و کسی آشنای حالش نشد — بهار همچو غریبان ازین دیار گذشت

گیرم که ز قید قفس آزاد کنندم — کو قوت پای که توانم بچمن رفت

درین بهار علاج جنون من نکنید — که وقت سیر گلستان نه وقت زنجیر ست

یارب آن کس که دم تیغ ترا آبی داد — رحمت تشنگی روز قیامت نکشد

میا از خانه بیرون گو جهان بیت الحزن باشد — نمیخواهم ترا بیند کسی گو چشم من باشد

سپهر از جان بیچارگان یارب چه میخواهد — که هر روز آفتابی بر سر دیوار می آرد

156

حسن سعی عشق را نازم که از کنعان مصر — میشود خوابی و بر عاشق شبیخون میزند

مرا بوقت گل از باغ در قفس کردند — بگلشنم مفرستید تا بهار شود

آنکه در چشم تو جا داشت بوصلت نرسید — عاشق از نظر افتاده ندانم که چه کرد

ز شوق سیر گلزار آن قدر فرصت نمییابم — که در پای گلی بنشینم و خاری ز تن آرم

زبان‌دان نگاهم گفتگوی ناز میدانم — ز یک جنبیدن مژگان بفکر صد ادا افتم

دلم در دام مرغان قیامت الفتی دارد — ازان یارم می ترسم که تنها در قفس باشم

منم آن مرغ گرفتار که در صحن چمن — اگر آزاد کنندم بقفس می آیم

اقبال حسن کار تو از پیش میبرد — ورنه صلاح کار ندانسته که حیلت

بگوش پنبه نهم از صدای خندهٔ گل — دماغ نالهٔ بلبل درین بهار کجاست

زاهد بکرم ترا چو حالت نشناسد — بیگانه ترا چو آشنا نشناسد

گفتی که گنه مکن ببند لیش زمن — این را بکسی گو که ترا نشناسد

چنین که خاطری تنگ ماند جهان بدرشت — می زان حرام شد که دلی شاد میکند

۱۲۰۹

ای گل آن زر که تو داری اگر از من باشد

چیست مانع بهرِ قلم تیغ بیدادِ ترا

طی شد بهارِ عمر و غمِ دیرساله ماند

مارا داغِ گلشن و باغی نمانده است

هر ستم دیدی ملک بکجا سر کن شکوه

غرض این بود که از ذوق همیرم ورنه

از این بو عدهٔ وصلم امیدوار کنند

ندارم قوتِ رفتن دران کو بخت آنم کو

نوعی چشم او شد وقت گشتن عذرخواهِ من

هرزه گرد باغ چون بلبل نیم پروانه ام

بخاکِ من تغافل افتد آن سرو خرامان را

امروز صبا گردِ رهِ یار ندارد

مسی شد که دل از غیرِ تو پرداخته ام

با جراتِ من چو صبا بیدروی کرد

بر قلب جدائی زده بودم خود را

در آتشِ غم سوختم و یار ندانست

چنانچه سایه شود محو در میانِ دو شمع

آن قدر صبحِ وصالِ تو نگردیده سفید

طفل ست کار بر دلِ ما تنگ میکند

در سینه دلم گم شده تهمت بکه بندم

من کیم کز ستمِ همچو توئی داد کنم

فریاد

میدهم کز قفسی بلبلی آزاد کنیم

از تو شیرین تر که خواهد گشت فرهادِ ترا

چون داغِ لاله در دمِ میم در پیاله ماند

ای بوی گل برو که دماغی نمانده است

نیستی شرمندهٔ لطفی زبانت لال نیست

این ستمدیده سزاوارِ بیاییم تو نبود

کانچه هجر نکرد دست انتظار کند

که گوید ناتوانی داشتم او را چه پیش آمد

گر بیجری مجنون غلطید از رشکِ ثنای من

میتوانم گرد پروانه که بس باشد مرا

زگردِ سرمه بالا میزند دامانِ مژگان را

گویا که بران را بگذر چشم تنگی هست

گر قدم رنجه کنی گوشهٔ تنهائی هست

گلگونه از شکیب روی ورزردی کرد

دل بیجگری و صبر نامردی کرد

حاشا که محبت از تنی داشته باشد

نه جا روم چو آیینه روبرو گردد

گر کسی پنبهٔ داغِ شبِ هجران سازد

خود حرفِ صلح گوید و خود جنگ میکند

غیر از تو درین خانه کسی راه ندارد

که کند حرفِ جرا گوش که فریاد کنم

۱۵۷

گو بیا در بتخانه کز من خوش آمد آمدن
تا من بدین بهانه بیایم بکوی او

سوخت جانم حسد خار سر دیواری
هم بصحرایش سری هم بگلستان نظری

رباعی

تن چیست غم و درد و بلا را هدفی
دل چیست درون سینه سوزی و تفی

القصه بقصد جان من بسته صفی
مرگ از طرفی و زندگی از طرفی

خوی بد ما باعث آسودگی ماست
زنجیر در خانهٔ دیوانه جنون ست

نه چو از زمزمهٔ مرغ گرفتار شدم
دیگری یاد تو میکرد و من از کار شدم

بر رویم از قفس ور قفسی توان گشود
من هم ز آشیان بامیدی پریده ام

بعد ازین بیگانگی باشد بخوبان چاره ام
آشنائی می شود سد رهِ نظاره ام

حسرت یکدم آبی دگر از تیغ تو داشت
بر لبِ تشنهٔ هر زخم که انگشت زدم

در خمارم روز و شب با آنکه صهبا میکشم
خشک لب چون ساحلم هر چند دریا میکشم

۱۵۸

آن را که رو به بازوی کسب هنر بود
دست پر آبله صدف پر گهر بود

عیش یار بهم ز سنگ محتسب میشود
شیشه تا چون عنب گر بشکند می میشود

کرد بیجا دلم از طرهٔ جانانه جدا
دست مشاطه الهی شود از شانه جدا

برق در جانِ هوا داری فانوس افتد
تا کجا شمع جدا سوزد و پروانه جدا

نظر بنامهٔ این خاکسار نیست ترا
دماغ خواندنِ خطِ غبار نیست ترا

زمانه حالتِ بیماریِ اجل دارد
کدام روز که بد تر ز روز اول نیست

دلم فشردهٔ آن پنجهٔ نگارین ست
مخمسی که بدل ناخنی زند این ست

بیگانه وار میگذری از سواد چشم
ای نور دیده حب وطن در دل تو نیست

در گشادِ گرهِ خلق مکن کوتاهی
همچو ناخن اگر از دستِ تو بر می آید

ز دست برد دلم را صفای ساعد او
گواهِ عاشقِ صادق در آستین باشد

با آن منت بی قتلِ من آن مغرور می آید
که پنداری طبیبی بر سرِ رنجور می آید

من چون قلم سخن بزبانِ دگر کنم
چون کار من بحرف رسد گریه سر کنم

این خواری که بر سر کوی تو میکشم
هرگز نشد که نقش بجای دگر کنم

ز دل نگیم منفعل از غم او
که مهمان عزیز است و من جان ندارم

بناتوان بکوی او رسیدن
چو اشک دیده میباید دویدن

شنیدم گفته‌ی کز جانِ ما مخلص چه میخواهد
بقربانت روم این حرف باید از تو پرسیدن

گر شکرِ عشق و گاه شکایت شنیده ام
این قصه را بچند روایت شنیده ام

آن مه که ز بیطاقتیِ من گله دارد
گو آینه بر گیر و جوابِ گله بشنو

بجرم عشق توام میکشند غوغاییست
تو نیز بر سر بام آ که خوش تماشاییست

امید که هرگز بدلِ خوش ننشیند
آنکس که ترا گفته که با ما ننشینی

چون شهر رها کرده‌ام لذتِ تنهایی را
خانه باید هم از سنگ که بی در باشد

ما نمیدانیم گویا از گرفتارانِ کیست
دعویِ آزادیِ سرو چمن را بنده ایم

بی جام باده سیر گلستان تمام نیست
دستی که بی پیاله بود شاخ بی گل است

تا گشته است گوشه میخانه منزلم
آبی نخورده دگر از هیچ جا دلم

معمار خود مشو که کنی خانها خراب
ویرانه باش از تو بنای شود بلند

بدتر از نان گدایی ز سرِ راهِ بتان
هر که یکباره گرفتست دگر میگیرد

در گریه نالها که بکویِ تو میکشم
فریاد میکنم که مرا آب می برد

گریه دیگر چه میتواند کرد
ناله خود کار کسی نه آرد

گلشن اگرچه صیقلِ آیینه دلست
اما بگردِ دامنِ صحرا نمی رسد

آنکه با وصل هم نمی سازد
دل بی صبر و بی قرارِ منست

بلبل الفغان من بخموشی عمر خود را
هرکس سخن بابی که توانست ادا کرد

در جهان از اصلِ کارِ ما کسی آگاه نیست
این مرقع را اگر تصویرِ عنقاییم ما

۱۵۹

میرزا قلی سلطان

محمد رضا مشتاق

حسن و رقیب تماشای تو افگند مرا — گرد در خانهٔ آئینه نظربند مرا

روز دل تنگم بی نظارهٔ گل شب خراب — خانهٔ دیوار سازان چمن یارب خراب

کار بر کس نیست جا دادن تماشا چون گل بفرق — بعد ازین ای تیشه بر سر سنگ سان فرهاد رفت

مخلص آن دست حنابسته دگر — تیره بر خون که برو شسته است

میفروشد بدو عالم نگهی — چشم بد دور هنوز ارزان است

بی تو یوسف مسکین یعقوب تنها تیره نیست — همچو کنعان شهر معموری خراب افتاده است

تازه از شهری بغارت رفته دل میبرم — تاجر دزد دم متاع گریه ام در بار نیست

از سر نو باز بر دل عشق زور آورده است — هر کس هنگامه سازی دشوار آورده است

نباید غافل از احوال مخلص بود یاران را — که چون فصل گل آید این جوان دیوانه میگردد

بمیان تهله زد آن ترک شکار افکن ما — ستاره تحفه پی موی کمر پیدا کرد

بند و بست سرحد کنعان زلیخا لازم است — کاروان بوی مصر آنجا بیغما میبرد

بدست غیر چون دامان او نظاره کنم — بغیر ازین که گریبان درم چه چاره کنم

از آن هر لحظه در بر میکشم سرو گلستان را — که این رعنا جوان بسیار میماند بیار من

قیامت بر سرم آورده از شیون تو ای قمری — تو خواهی بعد ازین در باغ بودن یا من ای قمری

کاش بخت و طالع رنگ حنا بودی مرا — تا بکام دل ته پای تو جا بودی مرا

بهر من دار الامان بهتر نه از زندان بود — داغ مجنون تازه شد از دیدن صحرا مرا

نشستم عاقبت چون آفتاب از تیره گردیها — سیه کردیم از یک چشم پوشی روی دنیا را

اگر این بار در سیر چمن با من دلش میباشد — بگل خواهم گرفت ای بلبلان هم آشیانی را

نگیرد باطن اهل صفا زنگ از نظربازی — تصرف نیست هرگز در دل آئینه صورت را

بجای سنگ طفلان پاره های شیشه باید زد — چو مظهر میرزا دیوانهٔ نازک طبیعت را

چشم در چشم چو افتاد گرفتاریهاست — حلقه بر حلقه چو افزود دگر زنجیر ست

۱۶۰

میرزا مظهر جانجاناں

چون عکس تو دیدار تو ام زنده خبر دار	رو تا فتی و کار من زار تمامست
جان داده اند بسکه غریبان درین دیار	یک سنگ راه نیست که لوح مزار نیست
عشق میگفت بهم رخصت یوسف دیدن	خبرش نیست که در مصر زلیخای هست
تا جبین جنس دروا از راه دور آورده است	از برای داغ دل آتش ز طور آورده است
درد محرومی اثر دارد که مرگ کوهکن	تا پشیمانی بجو شیرین را بشور آورده است
کی بمعشوقی سر آن شوخ می آید فرود	بر سر نازش نیاز ما بزور آورده است
هزار عمر فدای دمی که من از شوق	بخاک و خون طپم و گوئی از برای منست
مکن با این خنکی ای تیب دعوی عشق	کراین تبیست که مخصوص استخوان منست
خدا نکرده بر همین زبت کند فریاد	تو واقفی که چه از ناله رهای منست
آفتابی رفت از آغوشم ازین غم چون هلال	آنقدر کاهیده ام کز من کناری مانده است
اگرچه بر دل و جانم جدایت ستمست	بمرگ من تو اگر شاد میشوی چه غمست
حیف دردی که بخوشنائی ما و ابروست	بهر جائی نتوان ناز مسیحا برداشت
برنگ غنچه گر اندک نسیمی باز میگردد	اگر حرفی بپرسد باز دل دفتر برون آرد
بآن ضعف از انتشار تنهای بر کو تو در شورم	که تا سازنده را ناخن بجنبد تار می نالد
نعش مظهر چون زکویت گذرد چشم مپوش	آخر این مرده همانست که بیمار تو بود
دهانی را که تقدیرش حباب زندگی شکسته	برابر میکنی با غنچه کو بوی دهن دارد
هیچکس برجامه زیبان قتل من تا نجبد	گرچه خونم چون سجاف سرخ دامنگیر بود
کشاکشت مبادا این رگ با من سرگران دارد	ترا بر نعش من چون چین بدید گفت این چه جان دارد
داغم ز تنگ فرصتی دل که چون شنید	عمرش برای نالهٔ دیگر وفا نکرد
شب ندانم که بفرق که سر پای زده است	کز گل زخم سرم بوی حنا می آید
جز تو بر دیدهٔ ما کس نگذارد قدمی	شهره دارد که درین خانه پری میباشد

سپند

١٦١

گفتم روم ز کویش گردید ضعف مانع / لغزیده بود پایم پیری عصای من شد

نو بهار آمد مرا زنجیر در گلشن کنید / دوستان امسال تدبیرم بطور من کنید

بزار تیغ گرگشته تو همچو منی ست / چه ممکن ست که در حشر دادخواه شود

می طپید چند آنکه میسازد ز عشقم بید باغ / دل بهشت عهد را بر من جهنم میکند

آنچه من دریافتم هنگامه برپا میشود / گر خطا این ست می بینی که خونها میشود

انبساط غنچه مخفی نیست گر فیض صبا ست / دل بجز ز مسانی احباب کی وا میشود

نی همین تنها ز ما غم کامرانی میکند / درد هم از پهلوی ما زندگانی میکند

بسکه این نازک نهالان ناتوانم کرده اند / بر تن زارم سبکروحی گرانی میکند

گرد رنگین تر خط سبز تو رخسار ترا / گلشن تصویر را مو باغبانی میکند

نیست خاک بیکسان منت کش شمع چراغ / خار بر گور غریبان گل فشانی میکند

۱۶۲

وفای بیحیا هم آرزو دارد جفا کاری / گر چون رحم خدا بیرحمی او متصل باشد

چشم هر گاه که بر روی تو وا میگردد / دست فریاد مرا دست دعا میگردد

ز صد جا چاک سازد جامه را اندامش از نعو / چو آن صهبای پر زوری که در مینا نمی گنجد

تو ای صبح قیامت جامه بیهوشی و میترسم / خدا حافظ کتانی را که ماهش آشتر باشد

صدای لعل گلگون تو اگر بشنود مظهر / جهد بیرون اگر در قید آهن چون شرر باشد

کجا صفهای مژگان را درون دیده جا باشد / تهی از بوریا هم خانه اهل صفا باشد

نه چون دو دست با من جز این بخشیم پا بی گدای / سرت گردم همان بهتر که دشمن زیر پا باشد

سر پای گرانم امن برآید در خرامیدن / هزاران فتنه خوابیده را بیدار میسازد

مرا بیگانگی از خلق با حق آشنا کرده / بطبع من بکس کم ساختن بسیار میباید

ز بس تاراج کردی ملک دل اما نمی گیرد / گر این ویرانه گاهی بعد ازین معمور میگردد

دل او را برحم آورد آخر ناله زارم / بلی اعجاز عشق ست اینکه زاری زور میگردد

نرگس از تربتِ من بسته و خوبان گویند

بهر اندک وصل هجرِ دائمی کرد اختیار

گرفتارِ حیات از بهرِ آن زلفِ گره گیرم

از دوا هرگز نخواهد رفت آزارِ دلم

برسنِ من و در چمن امسال یاران خون بسیت

صفایِ جامه اش مشاطهٔ حسنِ دگر باشد

وسعتِ مشرب بچه دنیایِ فراخی بوده است

دل ز چشمِ ترا مایل بخون دانستم و دیدم

باندازی سرِ پای نهادی بر چشمِ زارِ من

از نقشِ پایِ یار چمن شد غبارِ من

حرفی نشناخت نامه برم از زبانِ یار

میتوان بست آنچنین نقشِ تو با تصویرِ من

یاد آن ذوق که مظهر بمن تیغ کشی

یقینم شد که از سوزِ درونِ من خبر داری

اگر یکدم ازو غافل شوم خواهد برید از من

سرِ آن غرور گردم اگر کنی چو لطف با من

چو نگاهِ حسرتم دید بزبانِ تیغِ ابرو

خوشا روزی که از انداز و نازِ خود خبر گردی

چو من خود همسری پیدا کنی یارب بگیسو

بگیسوی

درد دل گفتم تغافل کرد یاری ازین

دی بو سلم [illegible] واده شب بلقتاد و قه کرد

خاک گردیده و چشمش نگرانست هنوز

داغ دارد نا قباحت فهمیِ پروانه ام

بموی بسته است این زندگانی همچو تصویرم

دلم هی باشد علاجِ من که بیمارِ دلم

بویِ گل تند ست میرسم بشور آید دلم

گر جبین دامنِ او شانهٔ مویِ کمر باشد

چون فلک در گردشِ ساغر جهانی یافتم

با نیها خونِ خود را دیده و دانسته بخشیدم

گر با صبا پس با چندین امید افتاد کارِ من

آخر بگل گرفت محبت مزارِ من

۱۶۳

سرزنش نباید از دلِ امیدوارِ من

تیغ در دستی و در دستِ دگر زنجیرِ من

سینه میسودی و تسکینِ جگر میکردی

گر پا بر سینه ام چون میگذاری نیز و در بر داری

گر خوابم را چو محمل نیست غیر از قطع تعبیری

سرِ بازنی و بپرسی که بگو چه حال داری

منِ خونِ گرفته را گفت که چه در خیال داری

نهی بر سینه ام پای و دستی بر کمر داری

کند جا در دلِ تنگِ تو چون در نخف موی

گریه کردم خنده زدی اعتباری ایبین

ناامیدی را نگر امیدواری ایبین

[illegible]

صبر کردم سر کشید و شور سر کردم رسید / شکوه کردم رنجه شد ناسازگاری را ببین

از تو نتواند بریدن کس به آسانی مرا / گر نمیداند کسم آخر تو میدانی مرا

از رمیدی بر رقیبان ور رمیدی از ما / ما چه گفتیم و چه کردیم و چه دیدی از ما

تا کی ای دل فکر درد بیدوای من کنی / از برای خود چه کردی گر برای من کنی

بجو ای تیم ز هجر در مرگ میزنند / این نیست آن شبیکه به افسانه بگذرد

قدر وفای من چو نداند گذاشتم / چندان جفا کند که خود از خود خجل شود

دلی دارم خراب از التفات چشم بیمارش / همه از جور می ترسند و من از لطف بسیارش

یاران همه در خون که مبادا روی از بزم / جمعی بسر ره که کی از انجمن آیی

بیمار عشق را ز مداوا چه فایده / دارد لب تو فایده اما چه فایده

میرفت و عالمی نگرانش نه بی کسی / رشکم بدل فزود که تاب نظر نداشت

من میرم آه وعدهٔ فردا چه میدهی / فردای ناتوان تو فردای دیگرست

چه لازم است که بدنام قتل من باشی / زمانه و سپهری و روزگاری هست

پس از گل گر رود بلبل بگلشن جای آن دارد / با آن خوشیکه گل به دیست نتواند خزان دیدن

بخشکی قاصد آرد نامهٔ یار از بغل بیرون / که پنداری کشد از سینه خود استخوانی را

نهاد بر لب من دست بهر خاموشی / دگر بروی خود آن دست از حیا نگذاشت

نی ز بهر آمدن پرسی ره ویرانه ام / بهر آن پرسی که دیگر یار از آن ره نگذری

بسکه پیکان ترا جذب کند عضو بعضو / تیر بر دل زدی و از همه جا خون آمد

من نمیگویم نصیب مدعی هجران شود / آنچه با ما در دلش باشد نصیبش آن شود

غباری گر نشیند از ره آن نازنین بر من / برو باد صبا را منت ها می نشین بر من

گر درد کند پای تو تا پای حور نزاد / از درد مدان که بر گذرت درد مباد

این درد من است برمنش رحم آمد / از بهر شفاعتم به پای تو فتاد

بابا نصیری گیلانی

آدم گیلانی

نسبتی مشهدی

نظیری همدانی

۱۶۴

نطقی ابیوردی

میر نظام دست غیب

رباعی

[illegible]

گردم ز شکوه منع دل زار خویش را / انداختم بروز جزا کار خویش را

جرم من است پیش تو گر قدر من کم است / خود کرده ام پسند خریدار خویش را

شرم می آید ز قاصد طفل محبوب مرا / بر سر راهش ببیند از پی مکتوب مرا

بی سبب گرد ادای آزارم خجل از من مباش / کرده ام خاطر نشان خویش صد تقصیر را

همین بس شاهد بی اختیاری های مشتاقان / که عذر از جانب یوسف بود جرم زلیخا را

دعا کنید بوقت شهادتم او را / که این دمی ست که درهای آسمان باز است

ز فرق تا قدمش هر کجا که می نگرم / کرشمه دامن دل میکشد که جا اینجاست

نیست لذت ز نظربازی بس که در رو / خنده زیر لب و گریه پنهانی نیست

تنگ گر ز غم مردم و پشت نگشتم شرمسار / حال دل ار چند میگفتم دلت باور نداشت

۱۶۵

خون تراچه قدر نظیری خموش باش / این بس که دعوی از طرف قاتل تو نیست

پایم به پیش از سر این کو نمیرود / یاران خبر دهید که این جلوه گاه کیست

یا ناز عزورست و نظیری بخود اسیر / بیچاره دل که هیچکسش چاره ساز نیست

زبان طعنه ناکوته از بریدن نیست / علاج شکوه ما را بجز شنیدن نیست

رسوا منم وگرنه تو صد بار در دلم / رفتی و آمدی و کسی را خبر نشد

قاصد جگرم سوخت چه پیغام و چه نامه / دل بود همان خوش که بامید خبر بود

قاسمی [illegible]

ببیند چو کسی سوی تو گیرم سر راهش / تا ذوق تماشای تو دزدم ز نگاهش

چنان گذر در دل اهل ماتمم را غرابی / فغان از بلبلان برخاست چون از صحن گلشن رفتم

ناظم [illegible]

ناظم زبان بکن ده اگر بنده تو شد / خود را فروختن به تو یوسف خریدنست

جای خوبست جهان اهل جهان خوب نیند / آه ازین خانه آباد که پر ویران است

هر طرف فلک زده ناله میکند / درمانده روزگار بحال که وارسد

در خانقاه وحدت ذکر مخالفت است / چون تار سبحه یکحرف از صد دهن برآید

دل به نزدیکیِ خلقم نکشد کاش مرا
مرا ترسنده دارد مهربانیهای صیادی

اقبال بر بینید که آن دشمنِ جانها

شوخی که رود فتنه بفرمانِ نگاهش
برد ما را هوسِ خامِ زره در پی
سهی از کوچه شمعست تا کویِ فنا روشن
شد بسته از زبان در گفت و شنیدِ من
زبس که حُسن فزود و غمش گداخت مرا

صدای سنگ که بر شیشه میخورد سود

سخت می ترسم که من بسیار میخواهم ترا

مه باقی و ماهتاب باقیست

یار را از چشمِ مردم پاسبانی لازم ست
شبِ هجرت شب دگرگون ست

آن قدر جور کن که گر جای

زلف ست و چشم و ابرو و رخسار نسبتی
بعدِ مرگم این قدر دانم که خواهی گفت حیف

جدا ز ما دلِ ما را بزیرِ خاک کنید

دل بردی و ما ناله نکردیم و ز هر سو
باور نمی شود که گهی این دلِ خراب

دلی که نقشِ در وی نهفته باشد

من وفا و جفا کند با ما

خانه دورتر از خانهٔ عنقا بخشند
که از دامش اگر صد بار بگریزم دگر گیرد

نیکی نکند با کس و بدخواه ندارد

بیباکیِ من بین که گرفتم سرِ راهش
راه گم گشت به نزدیکیِ منزل ما را
که قطعِ آن ره از بالِ پر پروانه می آید
طالع نگر که قفل بر آمد کلیدِ من
نه من شناختم او را نه او شناخت مرا

خبر بگیر که آوازِ شیشه و جگر ست

آرزو خوب ست لیکن اینقدر ها خوب نیست

ما را بتو صد حساب باقیست

هر کجا عشق ست آنجا بدگمانی لازم ست
یک شبِ هجر و صد شبِ خون ست

گفته آید کس اعتبار کند

این چند فتنه اند که در یک زمانه اند
تا کنم با او وفا عمرش وفاداری نکرد

با این ستم که دیده در نم از نتوان خفت

فریاد بر آمد که کسے دل ز کسی برد
معمور بوده است که ویرانه کرده اند

غمی گر گفته باشد گفته باشد

مرو جنبیده و کار را نگزید

١٦٦

ما داده ایم دل را از ما اگر بری ای — جان دادن است آسان دل دادن است مشکل

دلبر و دل انگیز و فتنه و خونخواره و مست — بشنو ای شوخ که من جمله ترا میگویم

ای ترا من شمع بی سر و چمن فهمیده ام — کس نفهمیده است آن چیزی که من فهمیده ام

هر چند گروه بیگناهیم — ما کشتنیان آن نگاهیم

یارب سر کوچهٔ که باشد — این راه که دیر میشود طی

تو خود بگوی دگر دامن که را گیرم — مرا که چاک ز دست تو در گریبانست

بوعدهٔ تو دل خسته شاد نتوان کرد — که بر تو هم کسی اعتماد نتوان کرد

خانهٔ سینه که طرح ازل انداخته اند — روزن دیده پی رفتن دل ساخته اند

ز هجرم بر لب آمد جان بوصلم میدهی وعده — کسی را وعده وه گور امید زیستن باشد

کس را نه بینیم روز غم جز سایه در پهلوی خود — آن هم چو بینیم سوی او گرداند از من روی خود

می تراشی خط مشکین را ز روی همچو ماه — ملک خوبی را بزور تیغ میداری نگاه

کی راز دل خود بتو گفتم که پس از من — چون معیان باور رود دیوار بگفتی

امشب بتمنای مه روی تو تا روز — چشمم چو در خانهٔ ویران شده باز است

مرا به سینه صد داغست از نیست جانانرا — مسلمانان ازین غم چاک خواهم زد گریبانرا

بهر خدا نگاه بسوی نجات کن — آخر چه شد اسیر تو شد بندهٔ خداست

بستست بهر دم سر ره چشم سیاهش — خون کرده و در بسته است نگاهش

براه عاشقی پروانه باشد رهنمای من — بسوزم بهر یاری که بسوزد از برای من

خدنگ غمزه بر نظمی زدی و آه کشید — زبان بریده مگر آفرین نمیدانست

چه قسمت ست که دشمن بوصل اوست — ازان نگار که نوعی بهیچ خرسندست

در جلوه منع باده ای صوفی چه کافر نعمتیست — منکر می بودن و همرنگ مستان زیستن

خواهم که بآن سینه نهم سینهٔ خود را — تا دل بتو گوید غم دیرینهٔ خود را

١٦٧

افضل نامی

میر معصوم خان نامی

میر نجات

محمد میرک نظمی

نوعی خبوشانی

آمی کردستی می نهی سهل که بینی حال چیست
چو میزد بر سرم شمشیر کین پروا نمیکردم
با خیال گلرخی سر در کفن خواهیم کرد
نمرولست ما را بمرادِ خود رسانند آن
همچو دواعیان مژده م طفل اشک را
یکسال نمانده است که داغش نخرده
چو بادامِ دو مغز امروز نافع دولتی دارد
اگر بخواب میسی تو در شود چشم
کشتی دولت هنوز رنگ است
بسکه جان را در دمِ بسمل برغبت میدهیم
کشتی مرا وکشته شد از رشک عالمی
قضا با دلبران چون داد حسن و دلربائی را
بیرون میاز خانه که ذوقِ امید وصل
کاش پیوسته بود آینه پیشِ نظرش
آمدی بر سرِ خاکِ من و شرمنده شدم
آه از آن انفعال کز ستم دشمنان
مرو ز دیده که یاد دم زبیر گناهست
گر کنم آرزوی بوس و گهی میلِ کنار
خوش دمی کاندر لحد زیر حمتِ جان دادمی
ای خوش آن دم که من کشته بمجنون مشتم
چاکِ پیراهن یوسف که گلش تهمت بود

ساعتی بنشین که زین ذوق قسم دل از جا رفته است
نبودی گر رخش منظور سر بالا نمیکردم
تا قیامت عیش در یک پیرهن خواهیم کرد
که هزار نا امیدی با امیدِ ما نشسته
در بر کشد بمهر و بحسرت ها کند
بر دار وای فراق خدا از میان ترا
که با معشوق در یک پیرهن چسپیده میخواهد
خدا کند که بخواب آشنا شود چشم
بر لوحِ مزار می نویسم
رشک بر من میبرد آنکس که جلادِ منست
هر خون که میکنی تو بصد خون برابر است
بقدرِ حسن هر یک کرد قسمت بیوفائی را
بهتر ز دیدنی است که بیهوشی آورد
تا نظر جانبِ اغیار نفکند دگرش
کین نشان از بی قربانِ تو جان میبابت
شکوه چو بردم برش جانبِ ایشان گرفت
کز روی دوست دیدن بخشیم نقصانست
یک کفِ خون و صد اندیشهٔ باطل دارم
در بغل گیر دعمت را و کفنی بر سر کند
او زده تکیه بشمشیر تماشا میکرد
خنده بر سستیِ تدبیرِ زلیخا میکرد

نکتی صفاهانی
میرزا ...
عالی نطق
نظر
ناصر علی کشمیری
آقا حسین ...
میرزا لطف ...
صادق ... تبریزی
نادم ...
والهی هروی
... مشهدی
وفائی ...
میر الهی ...
باقر ...

۱۶۸

سرشک از رخم پاک کردن چه حاصل
علاجی بکن کز دلم خون نیاید

عالمی از نگهی کشتی اگر انصافست
بایداین کار اجل بر تو مسلم دارد

بر آشیانهٔ بلبل نسیم باز دو گفت
که خانهای اسیران خراب میباید

طبیبم آنچنان از روی منت میکند چاره
که پندارد من بیچاره میل زیستن دارم

وقت مردن چشم بگشا و انگهی سیرش ببین
راه دوری میروی اندیشهٔ زادی بکن

ای عشق خوارترکن ازین هم بکوی او
تا هر که بیندم نکند میل سوی او

ناصح ملامتم کند و من درین خیال
کامروز بگذرم بچه تقریب سوی او

خوش آنکه قصد دل از غمزه عشوه ساز کنی
چو گویمت که مکن نشنوی و ناز کنی

قاصد میار رنجش جانان بروی ما
شرمی بدار از دل آرزوی ما

با منش تا وفا نباید کرد
بجفا هم نیازمود مرا

من دل بفریب چشم مستت ندهم
جان را بلب بادهٔ پرستت ندهم

زشبهای دگر دارم تب غم بیشتر امشب
وصیت میکنم باشید از من باخبر امشب

مگر در من نشان مرگ ظاهر شد که می بینم
رقیبان را نهانی آستین بر چشم تر امشب

بلبل گلشن پرستم لیکنم پرواز نیست
باغ نزدیکست اما طاقت پرواز نیست

مریض طفل مزاج اند عاشقان ورنه
علاج رنج تغافل دو روزه پرهیزست

دلبری گر دلم کرد و میکند در وصل
باعتماد نگههای رغبت انگیزست

تو منکری ولیک بمن مهربانیست
میبارد از ادای نگاه نهانیت

جائی هنوز نیست بذوق دیار عشق
هر چند ظلم هست ستم هست داد هست

حقوق نعمت صد ساله لعب اطفالست
بکشوری که در و کودکان خداوند اند

فرماندهی کشور دل کار بزرگست
لو دولت حسنی ز تو این کار نیاید

افسانه ایست بودن شیرین بکوهکن
آن روز چشم فتنه مگر در کمین نبود

۱۶۹

رسم کجاست این تو بگو در کدام شهر / دل می‌برند و چشم به بالا نمیکنند

دعاهای سحر گویند میدارد اثر وقتی / اثر میدارد اما کی شب هجران سحر دارد

می آید از گشادن در بوی منتی / در بسته باغ خلد بر رضوان گذاشتیم

با اینکه بر سر لطفی نکشی ز منت خوشیم / سگ وفای خودم بندهٔ محبت خویشم

زمین عشق بر وضع جهان خوش خنده‌ها کردم / معاذالله اگر روزی بدست روزگار افتم

تلافی غم صد ساله سینه چاکی ماست / اگر بناز کشائی دمی گریبان را

هزار سال پس از مرگ میتوانم زیست / اگر برون نکشند از دلم خدنگ ترا

به ابر آن قدر از آب چشم خود دادم / که قطره قطره ادا کرده‌ام دریا را

یک لحظه گر به گریه نکنم کور می شوم / گویا چراغ چشم من از آب روشن است

شب هجری بعذاب دو جهان میدادم / گر کسی با من سودازده سودا می کرد

آنچنان گشته ام از ضعف که می افشانم / خاک کوی تو بامداد صبا بر سر خویش

نومیدیم رسید بجایی که گر کسی / آرد نوید وصل تو باور نمی کنم

از تو امین نیستم ای بخت ورنه پیش یار / میتوانم حال خود گفتن زبانم لال نیست

می نماید که سر عهد شکستن داری / خشم این بار تو چون رنجش هر بار تو نیست

روا مدار که گردد بدل به نومیدی / تلافی ستمی کز تو در گمان من است

چه پیش آمد دلم را کز طپیدن باز ننشیند / چو مرغی کو بدام افتاد از پرواز ننشیند

بزمش چند قرب مدعی خونم بجوش آرد / حیا گرداندم خاموش و غیرت در خروش آرد

بی عربده امشب سخن آغاز نمیکرد / یک حرف نمیگفت که صد ناز نمیکرد

داشتم دردی و تا اکنون ز دربان عار داشت / این زمان محتاج دربان شد نمیپرسی چرا

نگفتم تا نگیرم وعده را حدیث نشنیدی / بشوخی سر برآوردی و رسوا ساختی ما را

مدعی پاک کند از قرب تو آگاه مرا / یا خود آرد به سر کوی تو همراه مرا

۱۷۰

مگر امیدوارم امشب شهیدِ تیغِ جفایت — که بیگناه کشتی فهم میشود ز ادعیت

هلاک میشوی اکنون ولی نمی گفتم — مکش که جام فریب است ناچشیده بدست

تو مهربان نشدی ورنه آنچه در دل بود — هزار بار فزون ناله از زبانم گفت

تهمت زده ام کز دل بعشقِ دگری کاش — پرسند که غیر از تو بعالم دگری هست

شوخ نگذاشت که دستی بنهم بر دلِ خویش — ورنه این ناز هنوز از تو نهان میبایست

تمنای تو ترکِ دو جهان کرده ولی — مهربانی تو هم در خورِ آن می بایست

گر بمن قاصدِ او مژدهٔ دیدار نداشت — چون نگاهی که بمن داشت باغیار نداشت

رقیب مانعِ قتلم چه میشوی بگذار — که مرگ پیشِ ولی بهتر از شفاعت تست

دل که هر دم ز رشکش صد بهوس منظور است — گر تسلی بنگاهی نشود معذور است

چون بد و نیکِ من سوخته خرمن پرسند — آه گر آنچه بدل کرده ام از من پرسند

صد نیشِ غصه در جگر و از دلم هنوز — ذوقِ کرشمهای تو بیرون نمیرود

خرسند بامید جوابست دلم کاش — قاصد که رود جانبِ او دیرتر آید

بخواری که منم تا چه لطف کرد بغیر — که میرسد بمن و شرمسار میگذرد

خوش آنکه ولی رخت سفر بندد و گوید — بیچاره ندانسته که بی او نتوان بود

جز این چه شکوه توانم از آن ستمگر کرد — که هر که در حقِ من هر چه گفت باور کرد

بهجر رحمی که ولی در خورِ چندین خواری — بود روزی که بعجزِ خودش اقرار نبود

بمصلحت گله میکند ولی ورنه — فدای تست اگر صد هزار جان دارد

حسرت نگر که میکشد از تیغِ حسرتم — این حسرتِ دگر که پشیمان نمی شود

آرزو صد کارِ مشکل باز پیشِ دل نهاد — ورنه بر من ناامیدی کار آسان کرده بود

نگر تلافیِ دلِ من کن که هجر تو — این بار آن نکرده که هر بار کرده بود

بود خوش تسلیِ تو غرض ای دل خموش — این وعده اقتضای تقاضا نمیکند

۱۷۱

فغان که مردم و از خواریم نشد معلوم	که بعد جور تلافی چه لذتی دارد
مسکین دلم از عشق چه گویم که چها دید	بیچاره همه عمر وفا کرد و جفا دید
بگذشت ز پیش من و عمرش بحکایت	پیچید که هرگز نتواند بقفا دید
تاب ستمت جز دل آواره که دارد	این صبر بجز عاشق بیچاره که دارد
درمانده احوال خودم این چه حجابست	این صبر بجز عاشق نظاره که دارد
بقدر طاقت خود هر دلی غمی دارد	دل است که اندوه عالمی دارد
این شام هجر بود ولی چون بسر رسید	خاکت بسر که روز شد و زنده هنوز
در سخن بود بغیری چو بهوشش دیدم	شد خجل گفت که احوال تو می پرسیدم
هر چه میخواهی بکن اکنون که بخشش کاست	تن بخواری داده ام مرد جدائی نیستم
ز درد هجر تو ای کاش جان نمی بردم	که ز رشک وصل تو بر این و آن نمی بردم
هزاران آه از آن خواری که چون میر آمدم بزم	بامید شفاعت جانب اغیار میدیدم
گر خواهشی کند دل شیدا مرا چه جرم	شوقست و صد هزار تمنا مرا چه جرم
من همی میرم اگر نام جدائی شنوم	گر بهجران فتدم کار چه خواهم کردن
تاب تغافل تو ندارم خدای را	حرفی اگر شنیده از ما نهان مکن
فریاد از آن روز که یاد آرم و میرم	حرفی که شب وصل نرسیده ام از تو
این چنین یکبار از دستم مده	رخصت اول از پشیمانی بخواه
بصبر دل نهم اما خدا روا دارد	که این چنین ستمی بر دل روا داری
بهر تو شنیده ام سخنها	شاید که تو هم شنیده باشی
وعدهٔ لطف نهانی میکنی	میکنی اما زبانی میکنی
مرا به نیم نگه میتوان تسلی داشت	دریغ از تو که این شیوه را نمیدانی
یک صبحدم بصحن گلستان گذشته	شبنم هنوز بر رخ گل آب میزند

۱۷۲

[illegible]

چون بگویم قصه شیرین دهان خویش را
از مکیدن آب میسازم دهان خویش را

از غم هجر توام بسکه درون لبریزست
ناله چون خط لب نورسته ز خون لبریزست

دیدم آن چشمه هستی که جهانش نامند
آن قدر آب که از دست توام شسته است

بنامرادی پروانه دلم سوزد
که بر چراغ زده خویش را تمام نسوخت

شوخی انرخ پرده شرم ترا وا میکند
لیک هنگامیکه عاشق را خبر از خویش نیست

خندان نیم چو می ز صراحی که این صدا
آواز پای آمدن گریه من است

با یار کسی چگونه سازد
چون با دل خود نمیتوان ساخت

غنچه دست از شاخ در زیر زنخ دارد وحید
هر کرا دیدیم از صاحبدلان در کار اوست

بسان مغز بادامی که از توام جدا ماند
در آغوشم نهایت خالی بود از جایت

سراغ یار میگیرم ز هر کس میپرسم اما
بخود از رشک میگویم که یارب بیخبر باشم

۱۷۳

امروز با تو دعوی دل چون کند وحید
روزیکه داده بود خطی درمیان نبود

گشتم خجل ز دامن جانان ز سعی خویش
تا چند شوق گیرد و همت رها کند

بیخبر بود که در حبس ابد خواهد ماند
قطره آب در آن روز که گوهر میشد

بحمدالله که هجر آخر شد و غم رفت و یار آمد
ز جان سختی نمردن عاقبت ما را بکار آمد

مانند شان موم که ریزد شمع ازو
شد خانها خراب که قدش نهال شد

بباغ هستی خود چون شگوفه تا دام
چو باز شد نظرم چشم از جهان بستم

ز سر تا پا همه حسنی نداری غیر از این عیبی
که هر عضو تو نگذارد که عضو دیگرت بینم

ز زخم تیغ نمیرم ولیک می ترسم
که زنده مانم و گردی تو شرمسار از من

شرابخانه ما تا بحشر اگر تو بکاوی
بجای ریزه خم توبه شکسته برآید

وای بر جان خلائق اگر آرند بحشر
عوض روز قیامت شب تنهائی را

ای اجل روز فراق آمد و دلسوزی نیست
من اگر کشته شوم بهتر ازین روزی نیست

امروز دگر پرسش من کن بتکلف | کین خسته اگر دیر زید شام بمیرد
عاشقان نامی بعجز و ناتوانی داشتند | کوهکن آخر بزور این قوم را بدنام کرد
بهنگام وداعش میکنم نو عهد دیرین را | چو بیماری که وقت مرگ ایمان تازه میسازد
دی به تیغم میزد و میگفت پنهان زیر لب | این سزای آنکه اظهار محبت میکند
علاج سرکشی او تغافل است دریغ | که در طبیعت عشق این دوا ضرر دارد
آنچنان غرهٔ مجنبی که میان عرصات | بکشی خنجر و خونریزی و پروا نکنی
جور فلک کشد دلم تا ز غمت رها شود | دانه ز برق چون رمد طعمهٔ آسیا شود
شکن طرف کلاهش بنظرها نقاش | دامن خیمهٔ لیلی است که بالا زده است
بچنگال هما نگذاشت مشت استخوان من | سگ کویش بجا آورد رسم آدمیت را
مسی بمال بدندان که در دل من و دیده | تبسم تو کند کار چشم سرمه کشیده
نی گلابست اینکه بر رخسار مهوش میزنی | تا نسوزد عالمی آبی بر آتش میزنی
یک دیدنم تلافی صد سال فرقت است | گر در غم فراق تو میرم امان دهد
درین مدت غم هجران عبث بر خود پسندیدم | ندانستم که از مرگم دلت خشنود میگردد
گویا تو بدرون میروی از سینه وگرنه | جان دادن کس اینهمه دشوار نباشد
بیدی ور همه جا نام برآرم که مباد | خون من ریزی و گویند سزاوار نبود
مشو از حال من غافل که زخم کاری دارم | مبادا دیگری صید ترا از خاک برگیرد
شد عمر سرگرانی او برطرف نشد | بر من بقدر مرتبهٔ عشق ناز کرد

آنکه شام زندگانی شمع ماتم نشد | کی پس از مرگم چراغی بر سر گور آورد
من هم از فریاد خود آزرده میگردم ولیک | گر ببندم لب ز افغان سینه روزن میشود
دولت این بود که مردیم بهنگام وداع | آن قدر زنده نماندیم که محمل برود
اگر ز گلبنی قفسم را نمی‌کنی | جائی بنه که تا بگوش چمن رسد

ورامی نجیب — محمد طاهر نقاش — نعیمای
مولانا نظری
۱۷۴
قاضی نور صفاهانی

نظیری را به محفل بردم امروز و غلط کردم / مرا رسوای عالم ساخت چشم گریه آلودش

بوی یار من ازین سست وفا می آید / گلم از دست بگیرید که از کار شدم

بی روی تو پروانهٔ شب بی چراغم / خود را بجهان بیخودی سوخت که داغم

تا در خدمتت عمریست می بندم چه شد قدرم / بهمین بشدم گر این قدر زناری بستم

چه خوشست از دو یکدل سر حرف باز کردن / سخن گذشته گفتن گله را دراز کردن

عمر اگر باقیست بخششها کهن خواهد شدن / آن دهان تلخ گو شیرین سخن خواهد شدن

بدل نگار دارم گله بی نهایت از تو / بکدام امید عاری بکنم شکایت از تو

دوش در میخانه یکجام شرابم زنده کرد / ماهیی بودم بخاک افتاده آبم زنده کرد

آتش افسرده از کاروان وامانده ام / همرهان رفتند و خاکستر نشیمن کرده اند

این قدر فیضی که من از بیزبانی برده ام / ترسم آخر شکر خاموشی کند گویا مرا

بزمین برو فرو خجلت محتاجانم	بیزری کرد بمن آنچه بقارون زر کرد

۱۷۵

دل که بی عشق شد از رحمت حق دور شود / مرده را موج ز دریا بکنار اندازد

هر کجا میروی ای شوخ همان در نظری / چه شبیه است خرام تو برفتار نگاه

در حقیقت عینکی بهتر ز پشت چشم نیست / دیده چون بستی دو عالم را تماشا میکنی

هر بوسهٔ دل تشنه ببوسه دگرم کرد / فریاد که این آب بنمک تشنه ترم کرد

آسمان گو خلعت منت مپوشان بر تنم / زانکه همچون نغمهٔ تاری بس است پیراهنم

ای خدنگ اندکی آهسته ازین سینه گذر / که درین کلبه چو دل غمزده بیماری هست

نامه را تا وا کنم جان رفته است از اشتیاق / حسنی ای قاصد اگر نشنیده باشی نقل کن

مست نازی و سر خانه خرابی داری / از در خانه ما میگذری خوش باشی

از عالم عاری ز عمل اهتمالی	چون قبله نما خجل اهل فرنگست

میرم از خجلت اگر سیلاب تشریف آورد / گریه کردن هم بجا نگذاشت ویرانه ام

مرزا امین بیگ وصل
نجف قلی بیگ والی
درویش واله
مرزا مبارک
مرزا فی...
ملا وافی
مرزا یمین

با سایه ترا نمی پسندم / عشق ست و هزار بدگمانی

یار آمده بود بر سر مهر / بی مهری روزگار نگذاشت

آن کس که پا نهاد بکوی تو سر گذاشت / وانکس که سر نهاد بپای تو بر نداشت

یار با هرگز نیازارد دل اغیار را / گل سراسر آتش ست اما نسوزد خار را

ای که میپرسی ز مژگان ها ره منزل کجاست / منزل او در دلست اما ندانم دل کجاست

ناصح زبان گشود که تسکین دهد مرا / نام تو برد و باعث صد اضطراب شد

چنان از پا فگند امروزم آن رفتار و قامت هم / که فردا بر نخیزم بلکه فردای قیامت هم

نظاره کن در آئینه خود را حبیب من / اما بشرط آنکه نگردی رقیب من

بروز بیکسی جز سایه من نیست یار من / ولی آن هم ندارد طاقت شبهای تار من

گله در پیش صبا زان گل رعنا کردم / گرهی داشت دلم غنچه صفت وا کردم

بدست آئینه داد آنکه دلستان مرا / یکی دو ساخت بلائی که بود جان مرا

نشستم تا کمر در خون ز اشک لاله گون خود / تو چون دشمن شدی من هم کمر بستم بخون خود

بنا بی در چمن سروی که من صد بار دیدم پایش / لب نفتادم دگر بستیم بپا و بالایش

قصد جان کردم الیک نه انست این خیال / که من بی سر و پا زنده بجان دگرم

یک دم که با تو ام بسوی من نظر مکن / سیرت ندیده ام ز خودم بیخبر مکن

صبر من و دل و دین در عشق دلربائی / چون لشکر شکسته هر یک فتاده جائی

شود در خواب چون بیند مرا با آنکه میدانم / که گر در خواب چون این بیندم بیدار میگردد

نگه بجانب من هرگز از حیا نکنی / حیا کنی ز من و شرم از خدا نکنی

جز خدنگی کو نشان از غمزه یارم دهد / هر که در پهلوی من بنشیند آزارم دهد

جز کوی تو دل را نبود منزل دیگر / گیرم که بود یار دگر کو دل دیگر

سیرم ز عمر خود نفسی از برم مرو / شاید که رفتنت سبب مردنم شود

علی قلیخان والد
مرزا شرف الدین وفا
ملا هلالی
مولانا هلالی

خواجه ...
امیر همایون اسفراینی

۱۷۶

جان بخشیدن لعشق نه آسان بود که من — صد بار مرده ام که برای تو مرده ام

درد دل من شگفتنی نیست — وین درد دگر گفتنی نیست
بگذشت بهار و وا نشد دل — این غنچه مگر شگفتنی نیست

یک چشم زدن غافل ازان ماه نباشم — ترسم که نگاهی کند آگاه نباشم
پس از عمری که با من گفت از راه وفا حرفی — چنان گشتم ز خوشحالی که آن را هم نفهمیدم

دستی که عنان خویش گیرد — امروز در آستین کس نیست

نشستم گلچین بر ویم در مبند ای باغبان — می نشینم گوشهٔ تا آواز بلبل بشنوم
چو میرم همچنان در گوشهٔ گلخن گذاریدم — که آتش را همان خاکستر او در کفن گیرد
بچنگ ناصح آور یارب آن چنگ سیاهی را — که بنماید باو دل بردن خواهی نخواهی را
ای که از دشواری راه فنا ترسی مترس — بسکه آسانست این ره میتوان خوابیده رفت
ز خنجرش دل عاشق نمی شود سیراب — چو باغ تشنه که آن را بدست آب دهند

دوا یکیست بدار الشفای میکدها — ز هر مرض که بنالد کسی شراب دهند

به از دل در متاع آفرینش نیست کالائی — چرا عاقل دل از اسباب دنیا برنمیدارد
در تمام عمر یکجا حاصل که با جانان گذشت — حرف رخصت بود آن عرضی که از ما گوش کرد
ز دست عقل کشیدم گلی بکام ز عشق — چو کودکی که بگذار با ادیب رود

ز خم دل دیده ترش از رحم است — جای پیکان خویش می بیند

بروز درد و غم دوری ز یار و آشنا بهتر — چو عضوی درد مند افتاد از اعضا جدا بهتر
هم بزم غیر گشت که هجران طلب شوم — میگیرم دم بمرگ که راضی به تب شوم
دل بهای یک نگهی جان بتو میداد هنوز — ناز میخواست که برهم زند این سودا را
پروانه بیجا حفظه در عشق کار ساخت — من حرف همنشین بعبث گوش کرده ام

کی ترک سجدهٔ تربت دلربا کنم — کاری که کافری نکند من چرا کنم

تمت

۱۷۷

عبدالرزاق قریشی مرحوم نے حضرت مظہرؒ کے اردو اشعار مختلف تذکروں میں سے جمع کیے ہیں لیکن اُنھیں بھی اعتراف ہے کہ بعض اشعار الحاقی ہیں۔ چنانچہ بہت سے مشکوک اشعار خارج کرکے صرف حسب ذیل اشعار یہاں پیش کیے جاتے ہیں:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)

گئی آخر جلا کر گُل کے ہاتھوں آشیاں اپنا
نہ چھوڑا ہائے بلبل نے چمن میں کچھ نشاں اپنا

ہمارے ہاتھ سے یہ دل بھی بھاگا لے کے جاں اپنا
ہم اس کو جانتے تھے دوست اپنا مہرباں اپنا

کبھو جا باغباں سے شیت رہ کے گلستاں اپنا
چلے ہم آتشِ گل سے جلا کر خانماں اپنا

نہ گل اپنا کیا ہیں نے نہ بلبل باغباں اپنا
چمن میں کس بھروسے باندھتا ہے آشیاں اپنا

یہ حسرت رہ گئی کیا کیا مزوں سے زندگی کرتے
اگر ہوتا چمن اپنا، گل اپنا، باغباں اپنا

جنوں سوں اس قدر رُوئیں کہ رسوا ہو گئیں آخر
ڈبایا ہائے ان آنکھوں نیں آخر خانماں اپنا

قفس کے بیچ کیا حسرت سے بلبل یہ کہتی ہے
کہ پھر بھی دیکھنا قسمت ہوئے گا بوستاں اپنا

یہ بلبل بے اجازت باغباں کے گل سیں ملتی ہے
مجھے معلوم ہوتا ہے کہ جی دے گی ندھاں اپنا

کہیں دینے سیں جی کے وصل ہوتا ہات لگتا ہے
دیا برباد پروانے نیں ناحق دودماں اپنا

مرا جلتا ہے دل اس بلبل بے کس کی غربت پر
کہ گل کے آسرے پر جن نے چھوڑا آشیاں اپنا

رقیباں کی نہ کچھ تقصیر ثابت ہے نہ خوباں کی
مجھے ناحق ستاتا ہے یہ عشقِ بدگماں اپنا

جو تو نے کی سو دشمن بھی نہیں دشمن سے کرتا ہے — غلط تھا جانتے تھے تجھ کو جو ہم مہرباں اپنا

کوئی آزردہ کرتا ہے سجن ایسے کو اے ظالم! — یہ دولت خواہ اپنا، مظہر اپنا، جانِ جاں اپنا

بہار آنے سے بُلبل نے بگاڑا ہے مزاج اپنا — سماتی نئیں ہے پھولوں میں مگر پائی ہے راج اپنا

بہار آئی کھل آئے باغ، بُلبل پھول کر بیٹھی — دِوانوں کو کہو اس وقت کر لیویں علاج اپنا

گُلوں کے فرش پر مت بیٹھ چونڈے کو پھلا بُلبل — خزاں کے آونے کی ہے خبر رکھ سر سے تاج اپنا

سحر اس حُسن کے خورشید کوں جا کر جگا دیکھا — ظہورِ حق کوں دیکھا، خوب دیکھا، باصفا دیکھا

نہیں پایا مرے رونے کوں اور فریاد کو بادل — برس دیکھا، جھڑی کوں باندھ دیکھا، کڑکڑا دیکھا

سجن کس کس مزہ سے آج دیکھا ہم طرف یارو — اشارہ کر کے دیکھا، ہنس کے دیکھا، مسکرا دیکھا

ہمارے دل کوں کس کس ظلم سوں دیکھا او ظالم نے — نظر سیں چھان دیکھا، داغ کر دیکھا، جلا دیکھا

سجن کوں اپنے رنگیں اچپلوں خوبی کی فوجوں میں — نپٹ بے باک دیکھا، رند دیکھا، من چلا دیکھا

جو اُٹھ کر نیند سے تیری طرف دیکھا او سارا دن — تماچہ قہر کا دیکھا، غضب دیکھا، بلا دیکھا

۱۷۹

ہوا ہوں بند اس کے غم میں..... اس دن سوں؟ — کہ وہ مجکوں نظر بھر بھر کے دیکھا، دل جلا دیکھا

ہیں دیکھا رات اوس کی زلف کے پیچوں کے بندوں کوں — سحر زنجیر دیکھا، دام دیکھا، اژدہا دیکھا

کبھی ملتا نہیں میرا ہٹیلا کیا کروں مظہر — تصدق ہو کے دیکھا، پاؤں پڑ دیکھا، منا دیکھا

گرچہ الطاف کے قابل یہ دلِ زار نہ تھا — اس قدر جور و جفا کا بھی سزاوار نہ تھا

لوگ کہتے ہیں موا مظہرِ بے کس افسوس! — کیا ہوا اس کے تئیں اتنا تو بیمار نہ تھا

زخمی تری نگہ کا اک پل جیا تو پھر کیا — صیاد کی بغل میں ٹک دم لیا تو پھر کیا

نہیں کچھ غم کہ کیوں ملتا نہیں پیماں گسل میرا
میں روتا ہوں یہ دل کی بے کسی پر ہائے دل میرا

جواں مارا گیا خوبوں کے اوپر میرزا مظہر
بھلا تھا یا برا تھا زور کچھ تھا خوب کام آیا

(ت)

رات کو عیش رہا تھا گُل رخسار کے سات
جیسے بلبل کو خوشی رہتی ہی گلزار کے سات

زلف کوں ہات لگاتے ہی پکارا دل نے
جی چلا پیچ میں اس زلفِ گرہ گیر کے سات

دل بہا اس طرح سے اور ۔ ۔ ۔ ہو یارو
جان جاتا ہے جدا مشک کی جھکار کے سات

۱۸۰ گرچہ اسلوب نہ ہوسکے تو کچھ انصاف کرو
زندگی کیوں کہ کٹے ایسے ستمگار کے سات

ایک دم تھا سو وہ بھی نہ رہا پھر مظہر
جی گیا، جان گیا، دم بھی چلا یار کے سات

(ر)

ہم نے کی ہے توبہ اور دھومیں مچاتی ہی بہار
ہائے کچھ چلتا نہیں! کیا مفت جاتی ہی بہار

لالہ و گل نے ہماری خاک پر ڈالا ہے شور
کیا قیامت ہی موؤں کو بھی ستاتی ہے بہار

نرگس و گل کی دکھو کلیاں کھلی جاتی ہیں سب
پھر بھی ان خوابیدہ مستوں کو جگاتی ہی بہار

ہم گرفتاروں کو اب کیا کام ہی گلشن میں لیک
جی نکل جاتا ہے جب سنتے ہیں آتی ہے بہار

شاخ گل ہلتی نہیں یہ بلبلوں کو باغ میں
ہاتھ اپنے کے اشارے سے بلاتی ہے بہار

لوگ کہتے ہیں مر گیا مظہر — فی الحقیقت میں گھر گیا مظہر

(ق)

جہان آباد ان دونوں کے ہے بیچ — اِدھر جمنا، اُدھر رمنا ہے تحقیق

(ل)

اب کوئی ساعت میں آ صیاد کرتا ہے ملول — ایک دم کوں بلبلو کیوں بیٹھتی ہو پھول پھول

(م)

اتنی فرصت دے کہ رخصت ہو لیں اے صیاد ہم — مدّتوں اِس باغ کے سایے میں تھے آباد ہم

(ن)

گل کو جو گل کہوں تو ترے رُو کو کیا کہوں — دُر کو جو دُر کہوں تو اس آنسو کو کیا کہوں

مجھ پر ہوا ہے تنگ سجن عرصۂ سخن — بولوں نگہ کو تیغ تو ابرو کو کیا کہوں

مدت سے اس خیال کے آیا ہوں بیچ میں — گر مُو کہوں کمر کو تو گیسو کو کیا کہوں

رونے سے تجھ فراق کے آنکھیں مری گئیں — ڈوبا یہ خاندان اس آنسو کو کیا کہوں

دیوانہ کر لیا ہے مری جان و تن کے تئیں — مالی تری بہار کے جادو کو کیا کہوں

کرتا ہے جور جو عوض اپنے ہی یار کے — مظہر ترے ستمگرِ بدخو کو کیا کہوں

رشتۂ جاں ہی اگر ہو ترا تارِ دامن — آہ! اس پر بھی سمجھتا ہے تو بارِ دامن

دیکھ کر گل نے کہا تجھ پہ نزاکت ہے ختم — کس ادا ساتھ لچکتا ہے یہ مارِ دامن

کسی کے خون کا پیاسا، کسی کی جان کا دشمن — نہایت منہ لگایا ہے سجن نیں بیڑۂ پاں کوں

توفیق دے کہ شور سے اک دم تو چپ رہے — آخر مرا یہ دل ہے الٰہی جرس نہیں

(۹)

آتش کہو، شرارہ کہو، کوئلا کہو — مت اس ستارہ سوختہ کو دل کہا کرو

آج مت رنگِ حنا سے کفِ پا لال کرو — اے بتاں، اس دلِ پُرخون کو پامال کرو

اب رقیب اس بزم میں جا کر ہوا پیرِ مغاں — جائے تعظیم است اے یارو! اسے گرجی کہو

(۱۰)

اس گل کو بھیجنا ہے مجھے خط صبا کے ہاتھ — اس واسطے پڑا ہوں چمن میں ہوا کے ہاتھ

مرتا ہوں میرزائیِ گل دیکھ ہر سحر — سورج کے ہاتھ چونری و پنکھا صبا کے ہاتھ

آزاد ہو رہا ہوں دو عالم کی قید سیں — مینا لگا ہے جب سیتی مجھ بے نوا کے ہاتھ

مظہر چھپا کے رکھ دلِ نازک اپس کا نوں — یہ شیشہ بیچنا ہے کسی میرزا کے ہاتھ

پھولے ہیں گل چمن میں صنم کا جمال دیکھ — لالہ بدل ہے داغ ترے مکھ کا خال دیکھ

بلبل فدا ہوئی ہے ترے رخ پہ اے صنم — سنبل ہے پیچ پیچ تری زلف و بال دیکھ

کیا جواں مارا گیا خوباں کے ہاتھ — لاکھ حسرت کھیت آئیں جس کے ساتھ

تجلی گر تری پست و بلندان کو نہ دکھلاتی — فلک یوں چرخ کیوں کھاتا زمیں کیوں فرش ہو جاتی
حنا تیرے کف پا گر نہ اس شوخی سے سہلاتی — یہ آنکھیں کیوں لہو روتیں انھوں کی نیند کیوں جاتی
اگر یہ سرد مہری تجکو آسائش نہ سکھلاتی — تو کیونکر آفتاب حسن کی گرمی میں نیند آتی
الہٰی درد و غم کی سرزمیں کا حال کیا ہوتا — محبت گر ہماری چشم تر سے مینھ نہ برساتی

جُھکی ہے فوج گل اور عندلیباں کی پکار آئی — ارے ہنستا ہے کیا وہ دیکھ دیوانے بہار آئی
نہ جانوں صبح دم باد صبا کیا جا پکار آئی — کہ غنچے کا دل نازک چمن کے بیچ پھاڑ آئی
کیا بلبل نے نالہ، آہ قمری نے، روئی شبنم — خدایا، باغ میں آئی قیامت یا بہار آئی

183

کبھی اس دل نے آزادی نہ جانی — یہ بلبل تھا قفس کا آشیانی
خدا کو اب تجھے سونپا ارے دل — یہیں تک تھی ہماری زندگانی

قاتل کو دیکھ بھیڑ گلی کی سمٹ گئی — یہ راہ چھاتیوں کے کواڑوں سے پٹ گئی

اودھر نگہ کی تیغ، ادھر آہ کی سنان — اس کشمکش میں عمر ہماری بھی کٹ گئی

سوائے اس لب شیریں مجھے خوش نہیں شکر پارے — حلاوت بہم دل کھاتا ہے میٹھے جگ کے سب کھارے
او گلرو نے لگایا عنبریں زلفوں کے پیچوں میں — گلستاں دل کے چشموں میں گل شبو کے فوارے

بوجھایا دلبر جانی نے آگر ابرِ رحمت سے
رقیبوں نے نپٹ دہکا دیے ہیں غم کے انگارے

طبیب اٹھ جا سرھانے سیں علاج (اب) ہو چکا میرا
جہاں میں کوئی جیتا ہے دیوانہ زلف کے مارے

رسد پہونچا او شاہِ حسن کو جلدی سے جاں ہوئے
لے تانڈا اشک کا اے دل توں سودے ... بنجارے

شب اوس مہتاب رو کی بزم میں مظہرؔ عرق افشاں
کلیجا پھٹ گیا مہتاب کا گرنے لگیں تارے

یہ دل کب عشق کے قابل رہا ہے
کہاں ہم کو دماغ و دل رہا ہے

نہیں آتا کسی تکیے اوپر خواب
یہ سر پاؤں سے تیرے ہل رہا ہے

خدا کے واسطے اس کو نہ ٹوکو
یہی ایک شہر میں قاتل رہا ہے

گذر گئے دین اور دنیا سے تس پر
ترا گھر اور کئی منزل رہا ہے

۱۸۴ غنیمت جان قاتل جانِ مظہرؔ
یہ مقتولوں میں ٹک بسمل رہا ہے

خبر کو یار کی دل کو میں بھیجا ہے کہ جالاوے
نہیں معلوم ہوتا ہے اسے کب تک خدا لاوے

عزیزاں ایک لمحہ میں مرا جی اب نکلتا ہے
طبیب عشق کو کوئی شتابی سے بلا لاوے

موا مظہرؔ پڑا ہے یار کے کوچہ میں کئی دن سے
خدا کے واسطے اس کو کوئی جا کر اٹھا لاوے

اگر ملئے تو خفت ہے وگر دوری قیامت ہے
غرض نازک دماغوں کو محبت سخت آفت ہے

کوئی لیوے دل اپنے کی خبر یا دلبر اپنے کی
کسی کا یار جب عاشق کہیں ہو کیا قیامت ہے

الٰہی مت کسو کے پیش رنج و انتظار آوے
ہمارا دیکھیے کیا حال ہو جب تک بہار آوے

حضرت مظہر کی فارسی شاعری

(از جناب ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب)

حضرت مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ) کا شمار صوفیۂ اکابر میں ہوتا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) اُن کے متعلق لکھتے ہیں:-

"شریعت و طریقت کے راستے میں اور کتاب و سنت کی پیروی میں اس قدر ثابت قدم ہیں کہ اس وقت بلادِ مذکور میں ان کی مثال نہیں ملتی۔ شاید مرحومین میں بھی نہ ملے۔ بلکہ زمانے کے ہر حصے میں ایسے عزیز الوجود لوگ کم ہوئے ہیں اس عہد کا تو ذکر ہی کیا جو فتنہ و فساد سے بھرا ہوا ہے۔" (۱)

ایک اور جگہ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ:-

"... اس وقت حضرت میرزا جانِ جاناں کی مثل دنیا کی کسی اقلیم اور شہر میں کوئی نہیں ہے جسے مقاماتِ سلوک کی آرزو ہو وہ ان کی خدمت میں جائے۔" (۲)

حضرت مظہر واقعی ایسی عظیم المرتبت شخصیت تھے کہ اُن سے بلادِ عرب بھی مستفیض ہوا یعنی ان کے خلیفہ حضرت شاہ غلام علی علیہ الرحمہ (م ۱۲۴۰ھ) کے فاضل شاگرد اور خلیفہ حضرت خالد کردی رومی (م ۱۲۴۲ھ) کی وجہ سے تُرکی، عراق، شام اور عرب میں بکثرت لوگ فیض یاب ہوئے بلکہ ان کے نامِ نامی کی وجہ سے ان کا سلسلہ 'خالدیہ' کہلانے لگا۔

حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ شعر و شاعری میں بھی بلند مقام رکھتے تھے۔ اردو شاعری میں اُن کو اس تحریک کا بانی سمجھا جاتا ہے جس نے ایہام گوئی کو ترک کیا اور جذبات نگاری، فطری اور حقیقی شاعری، نیز سلاست اور روانی کو رواج دیا۔ لیکن فارسی شاعری میں بھی ان کا یہی رنگ ہے اور اُس شاعری کی تمام روایات ان کے یہاں موجود ہیں۔ ان کی پسند کا یہی رجحان ان کے خریطۂ جواہر میں بھی ہے جس میں ان کے انتخاب کردہ تقریباً پانچ سو معروف اور غیر معروف

---

(۱) مکتوباتِ شاہ ولی اللہؒ (مرتبہ احمد بیگ۔ مطبوعہ سہارنپور) صفحہ ۴۴۔ شاہ صاحب نے اپنے مکتوبات میں حضرت مظہر کو قیّم طریقۂ احمدیہ اور داعیِ سنتِ نبویہ وغیرہ القاب سے بھی یاد کیا ہے۔

(۲) بحوالہ انفاس الابرار از نعیم اللہ بہرائچیؒ (مطبع اسدی۔ لکھنؤ۔ ۱۲۹۱ھ) صفحہ ۲۴۔

شعراء کا کلام ملتا ہے۔ مولانا شبلی مرحوم اس انتخاب کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"میں نے ثقاتِ دہلی سے سنا ہے کہ مرزا غالب وغیرہ کا خیال تھا کہ ہندوستان میں فارسی شاعری کا مذاقِ صحیح جو دوبارہ قائم ہوا وہ اس انتخاب (خریطۂ جواہر) نے قائم کیا۔" ①

دیوان اور خریطۂ جواہر کے قلمی نسخے مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔② ـــ مطبع مصطفائی (کانپور) سے سنہ ۱۲۷۱ھ میں جو دیوان (مع خریطۂ جواہر) شائع ہوا تھا اس میں حضرت مظہرؒ کے خود نوشت حالات بھی ہیں۔ یعنی:۔

"بعد حمد و صلوۃ فقیر جانِ جاناں، متخلص بمظہر، پسر میرزا جان، جانی تخلص کہ علوی نسب و ہندی مولد و حنفی مذہب و نقشبندی مشرب است احوالِ خود را بعرضِ احباب می رساند کہ در سالِ شانزدہ از عمر بردی این خاکسار غبارِ یتیمی نشست و در بیست مشتِ خاکِ خود را بدامان درویشاں بست۔ مدت سی سال بر درِ مدرسہ و خانقاہ جاروب کشید و ایامِ گزیدۂ عمر دریں شغل شریف گذرانید بحول اللہ و قوتہ۔ در طول مدتِ زندگی دست طلب بہ لوثِ دنیا نیالودہ پای سعی دریں راہ نفرسود۔ امروز کہ ہزار و صد و ہفتاد ہجری ست و عمر بشصت رسیدہ از بیست سال بہ کنج عزلت آرمیدہ است .... نوجوانے سراپا جانے جمع و تصحیح ایں کلمات را تکلیفم کرد۔ بعدِ تفحص از سفینہای بسیار از بیست ہزار بیت قریب یک ہزار، آں ہم بے ترتیبِ ردیف و اکثرش غزلہای ناتمام بدست آمد از نظر گذشت ....."

اس عبارت سے واضح ہے کہ حضرت مظہر سولہ سال کی عمر میں یتیم ہو گئے تھے، بیس سال کی عمر میں اہل اللہ کا دامن پکڑا اور تیس سال مدرسہ اور خانقاہ سے تعلق رکھا۔ سنہ ۱۱۷۰ھ میں ان کی عمر ساٹھ سال کی ہو رہی تھی اور قریب بیس سال سے وہ گوشہ نشین ہیں اور اب ان کے بیس ہزار

① مقالاتِ شبلی۔ (اعظم گڑھ سنہ ۱۹۳۶ء) جلد پنجم صفحہ ۱۲۹۔ ② خریطۂ جواہر اور حضرت مظہرؒ کا فارسی دیوان سنہ ۱۲۷۱ھ میں مطبع مصطفائی کانپور سے پہلی بار شائع ہوا تھا۔ پھر بارہا کئی جگہ سے شائع ہوا بلکہ خریطۂ جواہر الگ بھی شائع ہوا۔ قلمی نسخے کئی کتب خانوں میں موجود ہیں۔ انجمن ترقی اردو کے کتب خانے میں بھی ہیں۔ خریطۂ جواہر (مکتوبہ سنہ ۱۱۶۰ھ) پروفیسر محمد شفیع مرحوم کے یہاں بھی ہے۔ اور سنہ ۱۱۵۰ھ کا کاتب کردہ دیوان انجمن ترقی اردو کے کتب خانے میں بھی ہے۔

اشعار میں سے قریب ایک ہزار اشعار پیش کیے جا رہے ہیں۔

حضرت مظہر کے دیوان میں زیادہ تر غزلیں ہیں۔ رباعیاں کم ہیں۔ واسوخت بھی ہے اور مخمسات میں ایک مخمس میلی کی غزل پر اور ایک میرزا صائب (م سنہ ۱۰۸۱ھ) کی غزل پر ہے۔ دو چھوٹی مثنویاں (نظم) ہیں اور ایک قطعۂ تاریخ بھی ہے۔ غزل میں اُن کو طالب آملی (م سنہ ۱۰۳۶ھ) کی زبان اور "خوش ادائی" زیادہ پسند معلوم ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

کے تواں شد ہمصفیرِ بلبلِ آمل کہ نیست ۔۔۔ یادِ دوراز گلرخاں غیر از فراموشی مرا

بے سند مظہر نباشد ہیچ فن را اعتبار ۔۔۔ نالہ موزوں کردنم از بلبلِ آمل رسید[1]

لیکن ایک جگہ وہ خود کو آزادانہ طرزِ سخن والا کہہ رہے ہیں کہ:۔

سر فرو باکس نمی آریم در طرزِ سخن ۔۔۔ خوش ادائیہای مظہر میرزا را بندہ ایم

اور یوں بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

بحرفِ کس نماند حرفِ من مظہر چو جبریلم ۔۔۔ خدا بے واسطہ تعلیم و اصلاحِ سخن کردہ

اور یہ بھی کہ:۔

میرزا مظہر بہ مہرویاں نہ دارد احتیاج ۔۔۔ ہمچو نورِ مردمک شمعِ شبِ تارِ خود است

لیکن لوگوں کی داد اور تعریف سے بے نیازی بھی ہے:۔

حاجتم نیست بتعریفِ عزیزاں مظہر ۔۔۔ کہ سخن می کند اظہارِ سخندانیِ من

---

(۱) غالباً سعد اللہ گلشن دہلویؒ (م سنہ ۱۱۴۱ھ) کے متعلق اشارہ ہے:۔

بخاطر ہست کز دیوانِ گلشن نقل بردارم ۔۔۔ نویسم جای بسم اللہ شکلِ شاخِ سنبل را

ممکن ہے کہ آپ کے بعض اشعار سے اردو شعراء نے فائدہ اٹھایا ہو۔ مثلاً آپ کا شعر ہے:۔

آں خود فروش آینہ تا دید محو شد ۔۔۔ کز بہرِ عرضِ جنس دُکاتے بہم رسید

غالب نے اس مضمون سے قریب اس طرح کہا ہے:۔

آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کے رہ گئے ۔۔۔ صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

ایک شعر ہے:۔

می تواں بست ایں چنیں نقشِ تو با تصویرِ من ۔۔۔ تیغ در دستے و در دستِ دگر زنجیرِ من

لیکن داغ اپنے لیے کہتے ہیں:۔

ہاتھ نکلے اپنے دونوں کام کے ۔۔۔ دل کو تھاما ان کا دامن تھام کے

۱۸۷

اُن کا مزاج نازک اور نہایت نفاست پسند تھا اس لیے فرماتے ہیں کہ :-

چو بو با ہر گلِ ایں باغ پیونداست جانم را — زشاخ اے باغباں آہستہ بردار آشیانم را
بجای سنگِ طفلاں پارہای شیشہ باید زد — چو مظہر میرزا دیوانۂ نازک طبیعت را
درجای سنگ شیشہ تواں بر سرش زدن — طفلاں دماغ مظہرِ دیوانہ نازک است

نفاست پسندی اور نازک مزاجی کی وجہ سے حُسن پسندی شروع ہی سے رہی تھی اور وہ پیری میں بھی رہی۔ فرماتے ہیں :-

مظہر مگو کہ پیری و نظّارہ بد نما ست — گلگشت لازم ست چو بادِ سحر مرا
نگیرد باطنِ اہلِ صفا زنگ از نظر بازی — تصرّف نیست ہرگز دردلِ آئینہ صورت را
دینِ ما دیدن و ہیہات کہ دیدن مشکل — نہ رسیدن بہ بتاں کفر و رسیدن مشکل
با شکوہِ فقر حسنِ با صفا را بندہ ایم — گرچہ شاہیم اے خداوندان شما را بندہ ایم

اپنے نام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک اچھا مضمون پیدا کرتے ہیں کہ :-

ز تاثیرِ محبت در دلش کردیم جا مظہر — بجا باشد اگر خوانند یاراں جانِ جاناں را

۱۸۸ اُن کے یہاں مضمون آفرینی یوں بھی ہے :-

نرگس از تربتِ من رستہ و خوباں گویند — خاک گردیدہ و چشمش نگرانست ہنوز
سپر قسمت کن کہ چوں زنجیر جوہر دار چرخ — صد ہزاراں مور پنہاں کردہ در ہر دانہ ام
یک سرِ طرہ بدستِ من و یک در کفِ او — شانہ ہم زلف بود سینۂ صد چاک مرا
توبہ خود کردم ولے ذوقِ شرابم در سر است — از نگہ بوسم دہانِ ساغر و مینا ہنوز
جوی شیر آوردن از کہسار چنداں کار نیست — من زکوہِ سینۂ خود جوی خوں آوردہ ام
در خواب ہم رخِ تو نہ دیدم از انکہ بود — خوابیدہ بخت و دیدۂ شب زندہ دارِ من
کار سازانِ ازل نیستی و ہستی را — باہم آمیختہ اور ادہنے ساختہ اند

کبھی کبھی الفاظ کی رعایت سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مثلاً :-

ما از نئے قلیانِ کسے کام گرفتیم — آخر ز لبش بوسہ بہ پیغام گرفتیم
می تواں داد بجا خدمتِ خیاطیِ خویش — کہ ببالای تو عمریست نظر دوختہ ایم
بجو دبدی می کند ہر کس کہ با دیوانہ بد باشد — زجوہر ہای خود دائم بہ زنجیر ست زنجیرم

چشم بر چشم چو افتاد گرفتاریہاست   حلقہ بر حلقہ چو افزود دگر زنجیراست

در جنوں ہم میرزائی از مزاجِ من نہ رفت   کز برائے خویش حمّامے زگلخن داشتم

لیکن اُن کے مزاج بلکہ ان کے خمیر میں حُسن پسندی ودیعت تھی اس لئے وہ ہر جگہ اس حُسن کے متلاشی تھے جذبات نگاری بھی اسی لئے اُن کی شاعری کی نمایاں خصوصیت ہے۔ مثلاً:۔ ①

جان دادہ اند بسکہ غریباں درین دیار   یک سنگِ راہ نیست کہ لوحِ مزار نیست

ہزار عمر فدائے دمے کہ من از شوق   بخاک و خون طپیم و گوئی از برای من ست

بسینہ واکردہ بہ گلشن چو خراماں گذرد   بلبل از گل گذرد، گل زگریباں گذرد

دماغِ عشق نازک تر ز حسن است   ترا رنگ و مرا بو آفریدند

شمع ساں جائے بہر بزم از آنم دادند   کہ سرم داغ بعشقِ گل دستارِ تو بود

تو در دلی بہ غمِ این و آن کہ پردازد   بجای جان کہ تو باشی بجان کہ پردازد

مظہر از نالۂ ما گشتہ جہاں تیرہ و تار   خام سوزیم ز بس سخت بدود آمدہ ایم

قفس کے سدِّ راہِ وحشتِ مامی تواند شد   ولیکن رحم بر تنہائیِ صیّاد می آید

شاعرانہ لطافت پیدا کرنے کے لیے کبھی کبھی تکرارِ الفاظ سے بھی کام لیتے ہیں۔ مثلاً:۔

خوش شد دلم کہ دوش غبارے زکوی دوست   سنگین گذشت و دیر گذشت و گراں گذشت

آہ مظہر تو کجائی کہ پئے جُستنِ تو   مہ جُدا، مہر جُدا، چرخ جُدا می گردد

رحم آیدم کہ بے تو چساں پیش می برد   بے کس دلم، غریب دلم، بے نوا دلم

بود چوں مند و لبت وضع ہر کس در خورِ شانش   زمن دل بستن و از یار بر خونم کمر بستن

لیکن تصوّف اور متصوفانہ زندگی ان کا شعار تھا اور اس کا ذکر بار بار آتا ہے۔ مثلاً:۔

نہ کرد میل بہ دنیای فاحشہ مظہر   اگرچہ حُسن پرستیست پارسای خوشی ست

---

① حُسن پسندی اور دوست نوازی لازم و ملزوم ہیں۔ اسی لئے وہ اپنے دوستوں کو بھی بہت یاد کرتے ہیں۔ مثلاً:۔

ہر دم از یارانِ دیرین یاد می آید مرا   کوہکن از آبِ شیریں یاد می آید مرا

مظہر و یارانِ دور افتادہ اش جزوہم اند   ایں ورقہا را کہ می بینی کتاب بودہ است

شد پریشاں جمعِ احباب و مدّتہا گذشت   ظاہر از اں فرقہ مظہر نام یارے ماندہ است

فراقِ دوستاں کرد از حیاتِ خویش ناشادم   من آں خاکم کہ رفتنہای یاراں داد بربادم

مظہر ز فقر طرفہ کمالے بہم رساند — بیگانہ شد ز خلق و ز حق آشنا نہ شد

ارباب صفا دوست ز دشمن نشناسند — بر روی بد و نیک در آئینہ باز است

نہ تمتعت ز دنیا، نہ ز دین نصیب مظہر — تو بفنِ بے کمالی چہ قدر کمال داری

کثرتِ ایں نقشہا عرضِ تجلیہای اوست — در دو عالم غیر یک نقاش کس موجود نیست

عمر ہا شد خوش بہ کنجِ نیستی آسودہ است — میرزا مظہر حریفِ بزمِ ہست و بود نیست

انھوں نے وجود و عدم سے متعلق بہت لطیف انداز میں فرمایا ہے :-

مظہر ہمہ بخوابِ عدم بودہ ایم غرق — تا چشم وا کنیم جہانے بہم رسید

از پئے کسبِ فنا جملہ بہ بود آمدہ ایم — بہرِ معدوم شدنہا بہ وجود آمدہ ایم

کے کسے پیشتر از وقتِ مقرر میرد — در شبِ ہجر اجل کرد نگہبانیِ من

اور یہ عجیب بات ہے کہ ان کے متعدد اشعار اُن کی "بے گناہ" اور معصوم شہادت سے متعلق (بطور پیشین گوئی) پائے جاتے ہیں :-

۱۹۰

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن — خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

بہ لوحِ تربتِ من یافتند از غیب تحریرے — کہ ایں مقتول را جز بے گناہی نیست تقصیرے

اگرچہ بے گنہم می کشد خوشم مظہر — کہ می کند بہ وفا یار امتحان مرا

ہزار عمر فدائے دمے کہ من از شوق — بخاک و خون طپم و گوئی از برای من است

ان کے دیوان میں دو مثنویاں (منظومات) ملتی ہیں۔ اُن میں سے پہلی مثنوی کے چند اشعار اپنی سلاست کے باوجود حمد اور نعت میں بڑی مقبولیت رکھتے ہیں۔ اور ان کو نظر انداز کرنا گویا حضرت مظہر کے کمال کو نظر انداز کرنے کے مترادف ہے۔ ملاحظہ ہوں :-

خدا در انتظارِ حمدِ ما نیست — محمدؐ چشم بر راہِ ثنا نیست

خدا مدح آفرینِ مصطفٰیؐ بس — محمدؐ حامدِ حمدِ خدا بس

مناجاتے اگر باید بیاں کرد — بہ بیتے ہم قناعت می تواں کرد

محمدؐ از تو می خواہم خدا را — الٰہی از تو عشقِ مصطفٰیؐ را

دگر لب وا مکن مظہر فضولیست — سخن از حاجت افزوں تر فضولیست ...

اس کے بعد ایک اور مثنوی تیس اشعار کی ہے، پھر ایک قطعۂ تاریخ ہے جس کا تاریخ والا شعر یہ ہے :-

دی مُہر کشود از سرِ راز — رعنائیِ سرو شد دوبالا

+ ۲۰۰ — ۶ ۴ ۹ = ۱۱۴۶ھ

اس کے بعد خریطۂ جواہر ہے جس کے چند اشعار یہاں نقل کرنا بے محل نہ ہوگا۔ ان اشعار سے حضرت مظہرؒ کے اعلیٰ ذوق کا اندازہ کیا جا سکتا ہے :-

ز انگشتم نسیمِ غنچۂ فردوس می آید — نمی دانم سحر بندِ گریبانِ کہ وا کردم
(طالب آملی)

بہ دشنامِ دگر امید وارم — چہ خواہی عذرِ دشنامِ گذشتہ
(〃)

مے باقی و ماہتاب باقی ست — مارا بتو صد حساب باقی ست
(رستی تھانیسری)

دیوانہ براہے رود و طفل براہے — یاراں مگر ایں شہرِ شما سنگ نہ دارد
(خالص)

شورے شد و از خوابِ عدم دیدہ کشودیم — دیدیم کہ باقی ست شبِ فتنہ غنودیم
(غزالی مشہدی)

برادرانہ بیا قسمتے کنیم رقیب — جہان و ہر چہ در وہست از تو یار از من
(مرتضیٰ زمی)

عجب کہ شمع شبے در سرای من سوزد — من آں نیم کہ کسے از برائے من سوزد
(اہلی شیرازی)

اے صبا باز آمدن دور است یوسف از مصر — باز گو تا بوی پیراہن بہ کنعان کے رسد
(شیخ اوحدی)

لالہ داغ ست از فغانِ بلبل و گل بے خبر — آشنا رحمے نہ کرد اما دلِ بیگانہ سوخت
(ابو طالب کلیم)

سرِ دیوانگی سلامت باد — رازِ مارا چہ پردہ پوشی کرد
(سعد اللہ گلشن)

عشق روزے کہ پئے چاکِ گریباں می گشت — عمرہا بود کہ مجنونِ تو عریاں می گشت
(مرزا جلال اسیر)

باقر گمانِ مہر و وفا داشتی بیار | این جورہا سزای دلِ بدگمانِ تست
(ملّا باقر کاشانی)

نمی گویم دلم او دارد اما این قدر گویم | کہ من دل راندیدم پیشِ خود تا دیدہ ام او را
(میر حصوری)

مارا وداع کرد دل و دین و ہر چہ بود | اِلّا سرِ نیاز کہ بر آستان بماند
(امیر خسرو)

کشتۂ کہ عشق دارد نگذاردت بدین سان | بجنازہ گر نیائی بمزار خواہی آمد
(")

تیغ از گلوی سوختگان تند نگذرد | آب از زمینِ تفتہ بہ لنگر کند گذار
(صائب)

کاش در تاراجِ گلشن صیدِ گلچیں می شدم | پیش از ان کز آشیاں صیّاد بردارد مرا
(راضی دانش)

پیوندِ دوستیِ تو زاں پارہ می کنم | تا باز دوزم و بتو نزدیک تر شوم
(حافظ شیرازی)

بہ لطفِ دلبرِ من در جہانؔ نبینی دوست | کہ دشمنی کند و دوستی بیفزاید
(سعدی)

آخر بس یہی کہنا پڑتا ہے کہ :-

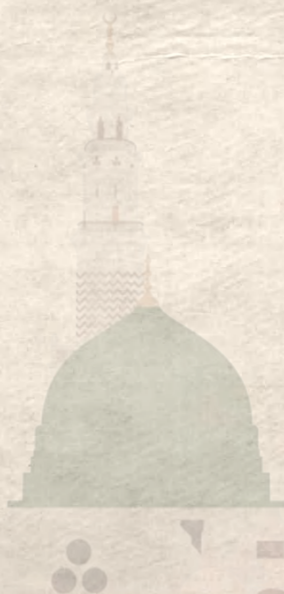
زداغہای سراپای خود خوشم مظہرؔ
کہ جزو جزوِ دماغم بہ انتخاب رساند



مطبوعہ : احمد برادرس پرنٹرس - ناظم آباد ۲ کراچی



105



501-

المصطفیٰ اکاڈمی

لطیف آباد ۸ حیدر آباد

